إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ

(القرآن)

کوثر 2

فاطمہ

فاطمہ ہے

علیہا سلام اللہ

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان، طالبات

بسم الله الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ
صَلَوٰاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَآئِهٖ فِيْ هٰذِهِ
السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظًا
وَّقَآئِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى
تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا
طَوِيْلًا ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ
مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَهُمْ

فاطمہ

فاطمہ (سلام اللہ علیہا)

مقدمہ

اسلام نے عورتوں کے حقوق اور ترقی کے لئے خاص احکام اور قوانین وضع کئے ہیں ایک روش اور طریقہ کار کہ جس سے اسلام کی شائستہ خاتون اور اس کی اسلامی تربیت کے آثار اور نتائج کو دیکھا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ صدر اسلام کی ایک ایسی خاتون کی زندگی کی جزئیات کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا جائے جس کی تربیت خود صاحب و بانی شریعت نے کی ہو۔

حضرت زہراء (ع) تمام اسلامی خواتین میں درجہ اول پر فائز ہیں کیونکہ صرف یہی وہ ایک خاتون ہیں کہ جن کا باپ معصوم ہے اور شوہر معصوم اور خود بھی معصوم ہیں آپ کی زندگی اور تربیت کا ماحول عصمت وطہارت کا ماحول تھا، آپ (ع) کا عہد طفلی اس ذات کے زیر سایہ گزرا جس کی تربیت بلاواسطہ پروردگار عالم نے کی تھی۔

امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کا زمانہ اسلام کی دوسری عظیم شخصیت یعنی علی بن ابیطالب علیہ السلام کے گھر میں گزارا اسی زمانے میں آپ نے دو معصوم 'امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی تربیت فرمائی اور دو جرات مند و شیر دل اور رفدا کار بیٹیوں جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ کو اسلامی معاشرہ کے سپرد کیا۔ ایسے گھر میں واضح طور سے احکام اسلامی اور تہذیب اسلامی کے رواج کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور اس میں اسلام کی پاکیزہ اور مثالی خاتون کو تلاش کیا جاسکتا ہے اور اس کی پاکیزہ سیرت کو اپنی زندگی کیلئے عملی نمونہ بناتے ہوئے اپنی زندگیوں کو ان کی سیرت کے مطابق ڈھال کر کمال وسعادت کے رستے پر گامزن ہوا جا سکتا ہے۔ اسی ہدف کو مدنظر رکھتے ہوئے کنیزان زہراء (س) خواہران امامیہ آئی ایس او پاکستان طالبات نے **فاطمہؑ فاطمہؑ ہے** کے نام سے کوئیز مقابلہ کا انعقاد کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کاوش قارئین کیلئے استفادہ کا باعث بنے گی۔

والسلام

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان شعبہ طالبات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَا مُمۡتَحَنَۃُ امۡتَحَنَکِ اللّٰہُ الَّذِی خَلَقَکِ قَبۡلَ اَنۡ یَخۡلُقَکِ فَوَجَدَکِ لِمَا امۡتَحَنَکِ صابِرَۃً وَزَعَمۡنا اَنَّا لَکِ اَوۡلِیاءُ وَمُصَدِّقُونَ وَصابِرُونَ لِکُلِّ مَا اَتَانَا بِہِ اَبُوکِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَآلِہِ، وَاَتی بِہِ وَصِیُّہُ، فَاِنَّا نَسۡئَلُکِ اِنۡ کُنَّا صَدَّقۡناکِ اِلاَّ اَلۡحَقۡتِنَا بِتَصۡدِیقِنَا لَھُما لِنُبَشِّرَ اَنۡفُسَنا بِاَنَّا قَدۡ طَھُرۡنا بِوِلایَتِکِ

اے آزمائش شدہ بی بی آپ کا اس اللہ نے امتحان لیا جس نے آپ کو پیدا کیا اس نے آپ کی خلقت سے پہلے ہی آپ کو صابرہ پایا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کے محب ماننے والے اور معتقد ہیں ہر اس تعلیم میں جو آپ کے والد بزرگوار اور ان کے وصی سے ہمیں ملی ہے خدا کی رحمت ہو ان پر اور انکی آل (ع) پر پس ہم درخواست کرتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے مخلص ہیں تو ہمارے اسی اعتقاد کے ساتھ ہمیں ان دونوں تک پہنچائیں تا کہ اپنے نفس کو بشارت دیں کہ آپکی ولایت ومحبت کے ذریعے پاک ہو گئے ہیں۔

جناب رسول خدا (ص) اور جناب خدیجہؑ کی آرزو:

خلقت کے اسرار میں سے ایک راز یہ ہے کہ ہر انسان اولاد کی آرزو رکھتا ہے تا کہ اسے اپنی حسب منشاء تربیت کرے اور اپنی یادگار چھوڑ جائے۔ انسان فرزند کو اپنے وجود کا باقی رہنا شمار کرتا ہے اور مرنے کے وقت کو اپنے آپ کیلئے فناء اور ختم ہو جانا نہیں جانتا لیکن وہ آدمی جس کا کوئی فرزند نہ ہو تو وہ اپنی زندگی کو مختصر اور موت کے آپہنچنے سے اپنے آپ کو ختم سمجھتا ہے شاید پیدائش کو سلسلہ نسل انسانی کی بقاء کا وسیلہ قرار دیا گیا ہو تا کہ نسل انسانی نابودی اور منقرض ہو جانے سے محفوظ رہ جائے۔
جی ہاں پیغمبر اسلام (ص) اور جناب خدیجہ بھی اس قسم کی تمنا رکھتے تھے، وہ خدیجہ جو خدا پرستی اور

بشریت کی نجات کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتی تھیں اور پیغمبرؐ کے مقدس ہدف کو آگے بڑھانے میں مال اور دولت اور رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی قطع تعلقی سے گریز نہ کرتی تھي، بغیر کسی قید وشرط کے جناب رسول خدا (ص) کی خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم کر چکی تھیں یقینا ان کی بھی یہ خواہش ہوگی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صاحب فرزند ہوں تاکہ وہ دین اسلام کا حامی اور اس کی اشاعت اور ترویج میں اور اسے آنحضرت کے عالی ہدف تک پہنچانے میں کوشاں ہو۔

پیغمبر اسلام (ص) جانتے تھے کہ انسان کے لئے موت یقینی ہے آپ تھوڑی اور مختصر مدت میں اتنے بڑے ہدف کو بطور کامل جاری نہیں کرسکتے اور تمام جہان کے بشر کو گمراہی کے گرداب سے نہیں نکال سکتے فطری بات ہے کہ آپ کا دل بھی چاہتا ہوگا کہ ایسے ایثار کرنے والے افراد کہ جو اپنی ہی نسل سے ہوں موجود ہونے چاہیں۔

جناب محمد مصطفی (ص) اور جناب خدیجہ اس قسم کی ضرور تمنا اور خواہش رکھتے ہوں گے،لیکن افسوس کہ جولڑکے آپ کے پیدا ہوئے تھے کہ جنہیں عبداللہ اور قاسم کے نام سے موسوم کیا گیا تھا وہ بچپن ہی میں فوت ہوگئے جتنا دکھ جناب رسول خدا (ص) اور جناب خدیجہ کو ان کی وفات سے ہوا تھا اتنا ہی ان کے دشمن خوش اور شاد ہوئے تھے کیونکہ وہ پیغمبر اسلام (ص) کی نسل کو ختم ہوتا دیکھ رہے تھے،کبھی دشمن آپ کو ابتر یعنی لاولد کے نام سے پکارتے تھے۔

جب آپ کے فرزند عبداللہ فوت ہوئے تو عاص بن وائل بجائے اس کے کہ آپ کو آپ کے فرزند کی موت پر تسلی دیتا مجمع عام میں آپ کو ابتر اور لاولد کہتا تھا اور کہتا تھا کہ جب محمد (ص) مرجائیں گے تو ان کا کوئی وارث نہ ہوگا۔وہ زبان کے زخم سے جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہ کا دل زخمی کیا کرتا تھا۔

کوثر:

خداوند عالم نے پیغمبر اکرم (ص) کو بشارت دی کہ ہم آپ کو خیر کثیر عطا کریں گے۔اللہ تعالی نے

دشمنوں کے جواب میں سورہ کوثر کو نازل فرمایا اور اس میں فرمایا کہ اے محمد (ص) ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا پس تم خدا کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو، آپ کا دشمن ہی لاولد رہے گا (نہ آپ)۔
پیغمبر اسلام (ص) کو یقین تھا کہ اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا مجھ سے پاکیزہ نسل اور اولاد وجود میں آئے گی جو تمام جہان کی نیکیوں کا سرچشمہ اور منبع ہوگی۔ جب اللہ تعالی کا وعدہ پورا ہوا اور جناب فاطمہ زہرا (ع) دنیا میں تشریف لائیں اور آپ کے نور ولایت سے جہان روشن ہوا تو جناب رسول خدا (ص) کو اطلاع دی گئی کہ خداوند عالم نے جناب خدیجہ کو ایک بیٹی عنایت فرمائی ہے، آپ کا دل اس بشارت سے خوشی اور شادمانی سے لبریز ہوگیا، آپ بیٹی پیدا ہونے سے نہ صرف غمگین نہ ہوئے بلکہ اس وسیلے سے آپ کا دل مطمئن ہوگیا اور اللہ تعالی کی خوشخبری کے آثار کا مشاہدہ فرمانے لگے۔
جی ہاں پیغمبر اکرم (ص) ان کوتاہ فکر اور جاہلیت کے زمانے کے ان نادانوں میں سے نہ تھے جو لڑکی کے وجود پر شرمندہ ہوتے تھے، اور غصے کو کم کرنے کے لئے اس کی بے گناہ ماں کو گالیاں اور ظلم کا نشانہ بناتے تھے لوگوں سے منہ چھپاتے تھے۔

پیغمبر اسلام (ص) اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ لوگوں کے غلط رسم و رواج اور بیہودہ افکار" کہ جس کی وجہ سے عورتوں کی قدر و قیمت کے قائل نہ تھے اور انہیں معاشرے کا فرد حساب نہ کرتے تھے اور بے گناہ لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے سے مقابلہ اور مبارزہ کریں اور لوگوں کو بتادیں کہ عورت بھی معاشرہ کی حساس فرد ہے اس پر بہت بڑا وظیفہ اور مسئولیت عائد ہوتی ہے وہ بھی معاشرہ کی عظمت اور ترقی کے لئے کوشش کرے اور ان وظائف کو جو اس کی خلقت کی مناسب سے اس پر عائد کئے گئے بجالائے۔
جی ہاں اللہ تعالی نے عملی طور سے عالم کو عورت کی قدر و قیمت سمجھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی ذریت اور پاک نسل کو ایک لڑکی میں قرار دیا اور اس طرح مقدر فرمایا کہ امام اور دین اسلام کے رہبر اور پیشوا تمام کے تمام جناب فاطمہ اطہر کی نسل سے وجود میں آئیں اللہ تعالی

نے اس طرح ان نادان لوگوں کے منہ پر جولڑکی کو اپنی اولاد شمار نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے وجود کو موجب عار اور رنگ سمجھتے تھے مضبوط طمانچہ مارا۔

ماں کا دودھ:

جب جناب فاطمہ زہرا (ع) کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر جناب خدیجہؑ کے دامن میں رکھا گیا تو آپ بہت خوش ہوئیں اور اپنے پستانوں کو اس تازہ مولود کے چھوٹے سے منہ میں دے کر اپنے عمدہ اور بہترین دودھ سے سیراب کیا اور یہ ایک ایسا رویہ تھا کہ جس سے جناب فاطمہ (ع) نے اچھی طرح نمو اور رشد پائی۔

جی ہاں جناب خدیجہ ان خود پسند اور نادان عورتوں میں سے نہ تھیں کہ جو بغیر کسی عذر اور بہانے کے اپنے نومولود کو ماں کے دودھ سے (کہ جسے اللہ تعالی نے مہیا کیا ہے) محروم کر دیتی ہیں۔ جناب خدیجہ کو خود علم تھا یا پیغمبر اسلام (ص) سے سن رکھا تھا کہ بچوں کی غذا اور صحت کے لئے کوئی غذا بھی ماں کے دودھ کے برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ ماں کا دودھ ہی اس کے ہاضمہ کی مشیزی اور اس کے خاص مزاج کے لئے کاملاً مناسب اور سازگار ہوا کرتا ہے جو بچے میں اللہ نے ودیعت کر رکھی ہے، بچہ نو مہینے تک ماں کے رحم میں ماں کی غذا اور ہوا اور خون میں شریک رہتا ہے اور بلا واسطہ ماں سے رزق حاصل کرتا ہے اسی لئے ماں کے دودھ کے اجزائے ترکیبی بچے کے مزاج سے کاملاً مناسب ہوتے ہیں اس کے علاوہ ماں کے دودھ میں کسی قسم کی ملاوٹ کا شائبہ نہیں ہو سکتا اور اس میں زچگی کے جراثیم جو بیماری کا موجب ہو سکتے ہیں نہیں ہوا کرتے۔

جناب خدیجہ کو علم تھا کہ ماں کا پر محبت دامن اور مہر مادری اور بچے کا ماں کے پستانوں سے دودھ پینا کون سے نقوش بچے کی آئندہ زندگی پر چھوڑتے ہیں سعادت اور نیک بختی میں کتنے قابل توجہ اثرات نقش بناتے ہیں اسی لئے آپ نے یہ اختیار کیا کہ جناب فاطمہ زہرا (ع) کو اپنی آغوش محبت میں پرورش اور تربیت کرے اور اپنے پاک دودھ" جو شرافت، نجابت، علم، فضیلت، بردباري، فداکاري، شجاعت کا منبع اور سرچشمہ ہے سے غذا دے۔ سچ ہے مگر جناب خدیجہ کے دودھ کے

علاوہ کوئی اور دودھ اس قسم کا پاک عنصر اور شجاعت اور مزاج معرفت کی تربیت کر سکتا تھا کہ باغ نبوت کے پر برکت میوہ کو ثمر دار بنا دیا؟

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی:

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت زہراء کی خواستگاری کا ارادہ کیا آپ نے غسل کیا اور عباء پہن کر جناب رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پیغمبر اکرم (ص) اس وقت جناب ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت علی علیہ السلام جناب ام سلمہ کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، پیغمبر اکرم (ص) نے جناب ام سلمہ سے فرمایا کہ دروازہ کھولو دروازہ کھٹکھٹانے والا وہ شخص ہے کہ جس کو خدا اور رسول (ص) دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور اس کے رسول (ص) کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کہ یہ کون ہے کہ جسے آپ نے بغیر دیکھے ہوئے اس قسم کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا ہے؟

آپ (ص) نے فرمایا اے امّ سلمہ چپ رہو یہ ایک بہادر اور شجاع انسان ہے جو میرا چچا زاد بھائی ہے اور سب لوگوں سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہے جناب ام سلمہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور گھر کا دروازہ کھول دیا، حضرت علی (ع) گھر میں داخل ہوئے اور سلام کیا اور پیغمبر خدا (ص) کے سامنے بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے سر نیچے کئے ہوئے تھے اور اپنے ارادے کو ظاہر نہ کر سکے، تھوڑی دیر تک دونوں چپ رہے اور بالآخر پیغمبر اسلام (ص) نے اس سکوت کو توڑا اور۔۔۔فرمایا یا علی گویا کسی کام کے لئے میرے پاس آئے ہو کہ جس کے اظہار کرنے سے شرم کر رہے ہو؟ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی حاجت کو بیان کرو اور مطمئن ہو جاؤ کہ تمہاری خواہش قبول کی جائے گی۔

حضرت علی (ع) نے عرض کیا یا رسول اللہ (ص) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کے گھر میں جوان ہوا ہوں اور آپ کے لطف و کرم سے ہی مستفید رہا ہوں آپ نے میری تربیت میں ماں اور باپ سے بھی زیادہ کوشش فرمائی ہے اور آپ کے وجود مبارک کی برکت سے میں

نے ہدایت پائی ہے یا رسول اللہ خدا کی قسم میری دنیا و آخرت کی پونجی آپ ہیں اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ اپنے لئے کسی رفیقہ حیات کا انتخاب کروں اور خانوادہ زندگی کو تشکیل دوں تا کہ اس سے مانوس رہوں اور اپنی تکالیف کو اس کی وجہ سے کم کرسکوں، اگر آپ مصلحت دیکھیں تو اپنی دختر جناب فاطمہ (س) کو میرے عقد میں دے دیں کہ جس سے مجھے ایک بہت بڑی سعادت نصیب ہوگی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی پیشکش کے منتظر تھے آپ کا چہرہ انور خوشی اور سرور سے جگمگا اٹھا اور فرمایا کہ صبر کرو میں فاطمہ (س) سے اس کی اجازت لے لوں۔ پیغمبر اسلام (ص) جناب فاطمہ (س) کے پاس تشریف لے گئے او فرمایا تم علی کو بہتر جانتی ہو وہ خواستگای کے لئے آئے ہیں آیا تم اجازت دیتی ہو کہ میں تمہارا ان سے عقد کردوں؟ جناب فاطمہ (س) شرم کی وجہ سے ساکت رہیں اور کچھ نہ بولیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنجناب کے سکوت کو رضایت کی علامت قرار دیا۔

موافقت:

پیغمبر خدا (ص) اجازت لینے کے بعد حضرت علی (ع) کے پاس آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا یا علی (ع) شادی کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی (ع) نے جواب دیا یا رسول اللہ (ص) میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، آپ میری حالت سے پوری طرح آگاہ ہیں میری تمام دولت ایک تلوار اور ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے آپ نے فرمایا کہ تم ایک جنگجو سپاہی اور جہاد کرنے والے ہو بغیر تلوار کے خدا کی راہ میں جہاد نہیں کرسکتے تلوار تمہاری محفوظ رہنی چاہیے جبکہ اونٹ کے ذریعے اپنی اور اپنے گھر کی اقتصادی اور مالی حالت سنوارسکو اور مسافرت میں اس پر سامان لادسکو صرف ایک چیز ہے کہ جس سے صرف نظر کرسکتے ہو اور وہ ہے تمہاری زرہ میں بھی تم پر سختی نہیں کرتا اور اسی زرہ پر اکتفا کرتا ہوں، یا علی اب جب کہ معاملہ یہاں تک آپہنچا ہے کیا چاہتے ہو تمہیں ایک بشارت دوں اور ایک راز سے آگاہ کروں؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ

ہمیشہ آپ میرے بارے میں خوش زبان اور نیک خواہ رہے ہیں ۔آپ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تم میرے پاس آؤ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمد(ص)اللہ تعالی نے تجھے اپنے بندوں سے منتخب کیا ہے اور رسالت کے لئے چنا ہے ۔علی (ع) کو منتخب کیا اور انہیں تمہارا بھائی اور وزیر قرار دیا ہے تمہیں اپنی دختر کا ان سے نکاح کر دینا چاہیئے ان کے ازدواج کی محفل عالم بالا میں فرشتوں کے حضور ترتیب دی جا چکی ہے خداوند عالم دو پاکیزہ نجیب، طیب و طاہر اور نیک فرزند انہیں عطا کرے گا۔اے علی (ع) ابھی جبرئیل واپس نہیں گئے تھے کہ تم نے میرے گھر کا دروازہ آن کھٹکھٹایا ہے۔

خطبہ عقد:

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی (ع) تم جلدی سے مسجد میں جاؤ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں تا کہ تمام لوگوں کے سامنے عقد کی تقریب اور خطبہ عقد بجالاؤ، علی (ع) خوش اور مسرور مسجد روانہ ہو گئے ۔بعض لوگوں سے راستے میں ملاقات ہوگئی تمام واقعہ سے ان کو آگاہ کیا اور کہا کہ رسول خدا (ص) نے اپنی دختر مجھ سے تزویج کر دی ہے اور ابھی میرے پیچھے آرہے ہیں تا کہ لوگوں کے سامنے عقد کے مراسم انجام دیں۔

پیغمبر خدا (ص) جب کہ آپ کا چہرہ خوشی اور شادمانی سے چمک رہا تھا مسجد میں تشریف لے گئے او رخدا کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو آگاہ رہو کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے پیغام لائے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ (س) کے ازدواج کے مراسم عالم بالا میں فرشتوں کے حضور منعقد کئے جا چکے ہیں اور حکم دیا ہے کہ زمین پر بھی یہ مراسم انجام دیئے جائیں میں تم کو گواہ قرار دیتا ہوں، آپ اس کے بعد بیٹھ گئے اور حضرت علی (ع) سے فرمایا اٹھو اور خطبہ پڑھو۔

حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں خداوند عالم کا اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور ایسی گواہی دیتا ہوں جو اس ذات کو پسند ہو کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور ایسا درود ہو جناب محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو آپ کے مقام اور درجہ کو بالاتر کردے۔لوگو میرے اور فاطمہ (ع) کے ازدواج سے اللہ راضی ہے اور اس کا حکم دیا ہے لوگو رسول خدا (ص) نے فاطمہ (ع) کا عقد مجھ سے کر دیا ہے اور میری زرہ کو بطور مہر قبول فرمایا ہے آپ ان سے پوچھ لیں اور گواہ ہو جائیں۔

مسلمانوں نے پیغمبر اسلام (ص) کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ (ص) آپ نے فاطمہ (ع) کا عقد علی علیہ السلام سے کر دیا ہے؟ رسول خدا (ص) نے جواب میں فرمایا ہاں۔تمام حاضرین نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ خدا اس ازدواج کو تمہارے لئے مبارک قرار دے اور تم دونوں کے درمیان محبت اور الفت پیدا کردے۔

جلسہ عقد ختم ہوا تو پیغمبر (ص) گھر واپس لوٹ آئے اور عورتوں کو حکم دیا کہ فاطمہ (ع) کے لئے خوشی اور مسرت کا جشن برپا کریں عقد کے مراسم پہلی ذی الحجہ دوسری یا تیسری ہجری کو انجام پائے

داماد کا انتخاب:

اسلام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ اگر کوئی جوان تمہاری لڑکی کی خواستگاری کے لئے آئے تو تم اس کی تمام چیزوں سے پہلے دینی اور اخلاقی حالت کا جائزہ لو با ایمان اور پاک دامن اور خوش اخلاق ہو تو اس سے رشتہ کر دو۔اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ ازدواج کے لئے مال اور ثروت کو معیار نہیں بنانا چاہیئے۔اسلام کہتا ہے کہ مال وثروت ہی انسان کو صرف خوش بخت نہیں بناتا، داماد کے فضائل اور کمالات نفسانی اور دینی جذبہ مال اور ثروت پر برتری رکھتا ہے، کیوں کہ باایمان اور خوش رفتار اگرچہ فقیر اور تہی دست ہی کیوں نہ ہو وہ اس عیاش اور ہوسباز سرمایہ دار سے جو گھر کی آسائش کے اسباب فراہم کرتا ہے کئی درجہ بہتر ہے۔

پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا ہے جب کوئی تمہاری لڑکی کی خواستگاری کے لئے آتے تو اگر تمہیں اس کا اخلاق اور دین پسند ہو تو اس سے رشتہ کر دو اور اس کو منفی جواب نہ دو اور اگر تمہاری شادیوں کا معیار اس کے خلاف ہو تو یہ تمہارے لئے بہت زیادہ مصائب کا موجب ہوگا پیغمبر (ص) نے یہ مطلب صرف لوگوں کو بتلایا ہی نہیں بلکہ خود بھی اس پر عمل کیا۔آپ نے حضرت علی (ع) کے فضائل

اور کمالات اور اخلاق کو دیکھ کر انہیں عبدالرحمن اور عثمان جیسے سرمایہ داروں پر ترجیح دی اور ان (ع) کے فقیر اور تہی دست ہونے کے نقص کو عیب شمار نہ کیا

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا حق مہر:

- ایک زرہ کہ جس کی قیمت چار سو اسی یا پانچ سو درہم تھی
- یمنی کتان کا ایک جوڑا
- ایک گوسفند کی کھال رنگی ہوئی

عملی سبق

اسلام زیادہ مہر طلب کرنے کو مصلحت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور سفارش کرتا ہے کہ اگر داماد کے دین اور اخلاق کو تم نے پسند کرلیا ہے تو پھر مہر میں سختی سے کام نہ لو اور تھوڑے مہر پر قناعت کرلو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو خوبصورت اور کم مہر والی ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورت کی برائی اس میں ہے کہ اس کا مہر بہت زیادہ ہو۔

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ زیادہ مہر زندگی کو لوگوں پر سخت کر دیتا ہے اور بہت زیادہ مشکلات کا ملت کے لئے موجب ہوتا ہے۔ مہر میں آسانی کر کے جوانوں کو ازدواج زندگی کی طرف مائل کرنا چاہیئے تاکہ ہزاروں اجتماعی مفاسد اور روحی امراض سے روکا جاسکے۔ زیادہ مہر داماد کی زندگی کو ابتدا ہی میں متزلزل کر دیتا ہے اور میاں بیوی کی محبت پر بھی برا اثر ڈالتا ہے (میاں بیوی کی محبت میں خلوص پیدا نہیں ہونے دیتا) جوانوں کو شادی کی طرف سے بے رغبت کر دیتا ہے۔ پیغمبر اسلام (ص) لوگوں کو خود عمل کر کے سمجھا رہے ہیں کہ زیادہ مہر اسلامی معاشرے کے لئے واقعاً مصلحت نہیں رکھتا اسی لئے تو آپ نے اپنی عزیز ترین بیٹی کا معمولی مہر پر جیسا کہ بیان کیا گیا

حضرت علی (ع) سے نکاح کر دیا یہاں تک کہ کوئی چیز بطور قرض بھی علی (ع) کے ذمہ نہیں سونپی۔

حضرت زہرا علیہا السلام کا جہیز:

پیغمبر اسلام (ص) نے حضرت علی (ع) سے فرمایا ابھی اٹھو اور اس زرہ کو جو تم نے حضرت زہرا (ع) کے لئے مہر قرار دی ہے، بازار میں جا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے جہیز اور گھر کے اسباب مہیا کروں۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے زرہ کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دیا، مختلف روایات میں اس کی قیمت چار سو سے لے کر پانچ سو درہم تک بتائی گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام زرہ کی قیمت لے کر پیغمبر خدا (ص) کی خدمت میں پیش کی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر، سلمان فارسی اور بلال کو بلوایا اور کچھ درہم انہیں دے کر فرمایا کہ اس مقدار سے جناب فاطمہ (ع) کے لوازمات اور اسباب زندگی خرید کر لاؤ اور اس سے کچھ درہم اسماء کو دیئے اور فرمایا کہ اس سے عطر اور خوشبو مہیا کرو اور جو درہم باقی بچے وہ جناب ام سلمہ کے پاس رکھ دیئے گئے۔

جن سے یہ اسباب اور لوازمات خریدے:

۱) ایک سفید قمیص، ایک بڑی چادر سر ڈھانپنے کے لئے

۲) ایک سیاہ خیبری حلہ

۳) ایک چارپائی جو کھجور کے لیف سے بنی ہوئی تھی

۴) دو عدد گدے کہ ایک میں گوسفند کی پشم بھری گئی اور دوسری میں کھجور کے پتے بھرے گئے۔

۵) چار عدد تکیہ جو گوسفند کے چمڑے سے بنائے گئے تھے کہ جن کو اذخر نامی خوشبو دار گھاس سے بھرا گیا

تھا۔

۶) ایک عدد چٹائی ہجری نامی

۷) ایک عدد دستی چکی

۸) ایک تانبہ کا پیالہ

۹) پانی بھرنے کے لئے ایک عدد چمڑے کی مشک

۱۰) کپڑا دھونے کے لئے ایک عدد تھال

۱۱) دودھ کے لئے ایک عدد پیالہ

۱۲) پانی پینے کا ایک عدد برتن

۱۳) ایک پشمی پردہ

۱۴) ایک عدد لوٹا

۱۵) ایک عدد برتن جسے صراحی (سبو) کہا جاتا ہے

۱۶) فرش کے لئے ایک عدد چمڑا

۱۷) ایک عدد کوزہ

۱۸) ایک عدد عبا

جب یہ اسباب ولوازم آئے تو رسول خداؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا اے خدا اس شادی کو مبارک کر کہ جس کے اکثر برتن مٹی کے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے درس:

جناب زہرا علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی اسلامی نمونہ کا سب سے اہم اور حساس ترین شادی ہو سکتی ہے کیونکہ جناب زہرا علیہا السلام کے والد جزیزہ العرب کی بہت بڑی شخصیت بلکہ جہان اسلام کی اہم شخصیت اور برگزیدہ پیغمبر تھے۔آپ کی بیٹی بھی بہترین اور عاقل ترین اور تربیت

شدہ اور با کمال تھی اور بشریت کی چار عورتوں میں سے ایک ہیں اور داماد بھی حسب ونسب کے لحاظ سے عرب کے معزز خاندان سے تھے، علم اور کمال اور شجاعت کے لحاظ سے تمام مردوں پر برتری رکھتے ہیں آپ رسول خدا (ص) کے جانشین اور وزیر اور مشیر ہیں اور لشکر اسلام کے سپہ سالار ہیں، اس قسم کی شادی کو خاص اہتمام اور شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہونا چاہیئے تھا لیکن جیسا آپ ملاحظہ کر چکے ہیں یہ تقریب بہت سادی سے انجام پذیر ہوئی اسلام کی مثالی خاتون کا جہیز جو مہیا کیا گیا وہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہی مختصر جہیز بھی خود حضرت زہرا علیہا السلام کے حق مہر سے خریدا گیا یوں نہیں کیا گیا کہ حق مہر کو محفوظ کر لیا گیا ہو اور لڑکی کے باپ نے ہزاروں مصائب اور مشکلات کے ساتھ اپنی لڑکی کے لئے جہیز اپنی جیب سے مہیا کیا ہو۔

پیغمبر خدا (ص) جیسے بھی ہوتا اگر چہ قرض ہی لے کر کیوں نہ ہوتا یوں کر سکتے تھے کہ بہت آبرومندانہ جہیز اس زمانے کے معمول کے مطابق اپنی اکلوتی عزیز ترین بیٹی کے لئے مہیا کرتے اور یوں کہتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں مجھے اپنی شان کا خیال رکھنا ضروری ہے میری بیٹی دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ایک عورت ہے اس کی عظمت اور عزت کا احترام کیا جانا چاہیئے اور اس کی خوشحالی کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں میرے داماد کی خدمات اور جہاد کسی پر مخفی نہیں اس کا احترام اور اس کے زحمات کی قدردانی اس کی آبرو کے لحاظ سے بہترین وسائل اور اسباب مہیا کر کے مجھے کرنی چاہیئے۔

لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہیز میں مقابلہ اور زیادتی کے ضرر اور مفاسد کا معاشرہ میں علم تھا اور آپ کو علم تھا کہ اگر مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو انہیں عمومی فقر اور اقتصادی دیوالیہ اور کثرت طلاق اور جوانوں کا شادی کرنے کا رجحان کم ہو جائے گا اور روز بروز بے زن جوانوں اور بے شوہر لڑکیوں کی زیادتی اور جرائم اور جنایات کی کثرت مختلف قسم کے فحشا اور اعصابی بیماریوں کا وجود میں آنا جیسے مصائب میں گرفتار ہونا پڑے گا اسی لئے اس مثالی شادی کہ جس کے منتظمین اسلام کی پہلی اور دوسری شخصیت تھیں کمال سادگی سے عمل میں لائی گئی، تاکہ یہ ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کے زمامداروں کے لئے عملی درس واقع ہو۔

حضرت علی علیہ السلام بھی ان کوتاہ فکر جوانوں میں سے نہ تھے کہ جو مال اور دولٹ کے اکٹھے کرنے کے لئے شادی کرتے ہیں کہ اگر جہیز میں کچھ کمی ہو تو ہر روز اپنی بیوی کے لئے دردسر بنے رہتے ہیں اور اسے بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور اعتراضات سے ازدواجی زندگی کو متزلزل کر دیتے ہیں اور زندگی باصفا اور گرم کو بے محل طفلانہ بہانوں سے انس اور محبت کے گھر کو قید خانے میں تبدیل کر دیتے ہیں حضرت علی علیہ السلام ملت اسلامی کے امام و پیشوا تھے اور چاہتے تھے کہ اس قسم کے غلط افکار سے مبارزہ کیا جائے مال اور دولت آپ کی نگاہ میں کچھ قیمت نہ رکھتے تھے۔

فاطمہ (س) علی (ع) کے گھر میں:

جناب فاطمہ (ع) باپ کے گھر سے شوہر کے گھر منتقل ہو گئیں لیکن خیال نہ کیجئے کہ کسی اجنبی کے گھر گئی ہیں گرچہ آپ مرکز نبوت سے باہر چلی گئی ہیں لیکن مرکز ولایت میں پہنچ گئیں۔ اسلام کے سپہ سالار، فوج کے کمانڈر رسول خداؐ کے وزیر اور مشیر اسلام شخصیت کے گھر وارد ہوئی ہیں اس مرکز میں آنے سے بہت سخت وظائف آپ کے کندھے پر آن پڑے ہیں، اب رسمی ذمہ داریاں بھی آپ پر عائد ہو گئیں۔ یہاں رہ کر آپ کو اسلام کی خواتین کے لئے ازدواجی زندگی، امور خانہ داری، بچوں کی تربیت کا عملی طور پر درس دینا ہے، خواتین اسلام کو فداکاری، صداقت، محبت کا درس دینا ہے آپ کو اس طرح زندگی گزارنا ہے جو مسلمان عورتوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے کہ عالم کی خواتین آپ کے وجود کے آئینے میں اسلام کی نورانیت اور حقیقت کو دیکھ سکیں۔

امور خانہ داری:

پہلا گھر کہ جس کے دونوں رکن میاں اور بیوی گناہوں سے پاک اور معصوم انسانیت کے فضائل اور کمالات سے مزین ہیں وہ حضرت علی (ع) اور جناب فاطمہ (س) کا گھر تھا۔ حضرت علی (ع) ایک اسلامی مرد کا کامل نمونہ تھے اور حضرت زہرا (س) ایک مسلمان عورت کا کامل نمونہ تھیں۔

علی ابن ابی طالب نے بچپن سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں اور آپ کی زیر

نگرانی تربیت پائی تھی۔کمالات اور فضائل اور بہترین اور اعلی ترین اسلامی اخلاق کے مالک تھے،جناب زہرا(س) نے بھی اپنے باپ کے دامن میں تربیت پائی تھی اور آپ اسلامی اخلاق سے پوری طرح آگاہ تھیں۔آپ لوگوں کے کان بچپن سے قرآن سے مانوس تھے۔رات دن قرآن کی آواز خود پیغمبر(ص) کے دہن مبارک سے سنا کرتے تھے۔غیبی اخبار اور وحی سے آگاہ تھے اسلام کے حقائق اور معارف کو اس کے اصلی منبع اور سرچشمہ سے دریافت کرتے تھے اسلام کا عملی نمونہ پیغمبر اسلام(ص) کے وجودی آئینہ میں دیکھا کرتے تھے اسی بناء پر گھریلو زندگی کا اعلی ترین نمونہ اس گھر سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔

علی(ع) اور فاطمہ(س) کا گھر واقعاً محبت اور صمیمیت کا باصفا محور تھا۔میاں بیوی کمال صداقت سے ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کر رہے تھے گھریلو کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔بیاہ کے ابتدائی دنوں میں پیغمبر(ص) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ گھر کے کام کاج ہم میں تقسیم کردیں۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھر کے اندرونی کام فاطمہ انجام دیں گی اور بیرونی کام علی(ع) کے ذمہ ہوں گے جناب فاطمہ(س) فرماتی ہیں کہ میں اس تقسیم سے بہت خوش ہوئی کہ گھر کے بیرونی کام میرے ذمہ نہیں لگے۔

جی ہاں فاطمہ(ع) وحی کی تربیت یافتہ تھیں اور جانتی تھیں کہ گھر ایک اسلام کا بہت بڑا مورچہ ہے،اگر عورت کے ہاتھ سے یہ مورچہ نکل گیا اور خرید و فروخت کے لئے گھر سے باہر نکل پڑی تو پھر وہ امور خانہ داری کے وظائف اور اولاد کی تربیت اچھی طرح انجام نہیں دے سکے گی یہی وجہ تھی کہ آپ اس تقسیم سے خوش ہوگئیں کہ گھر کے مشکل اور سخت کام علی(ع) کے سپرد کئے گئے ہیں۔

اسلام کی بے مثال پہلی شخصیت کی بیٹی کام کرنے کو عار نہ سمجھتی تھی اور گھر کے مشکل کاموں کی بجا آوری سے نہیں کتراتی تھیں،آپ نے اس حد تک گھر کے کاموں میں زحمت اٹھائی کہ خود حضرت علی علیہ السلام آپ کے بارے میں یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمات کو سراہا کرتے تھے آپ نے اپنے ایک دوست سے فرمایا تھا کہ چاہتے ہو کہ میں اپنے اور فاطمہ(ع) کے متعلق تمہیں بتلاؤں۔

آپ اتنا میرے گھر پانی بھر کر لائی ہیں کہ آپ کے کندھے پر مشک کا نشان پڑ گیا تھا اور اتنی آپ نے

چکی پیسی کہ آپ کے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے تھے، اتنا آپ نے گھر کی صفائی اور پاکیزگی اور روٹی پکانے میں زحمت اٹھاتی تھیں کہ آپ کا لباس میلا ہو جاتا تھا۔آپ پر کام کرنا بہت سخت ہو چکا تھا میں نے آپ سے کہا تھا کتنا بہتر ہوگا کہ اگر آپ پیغمبر (ص) کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات کا آپ (ص) سے تذکرہ کریں شاید وہ کوئی کنیز آپ کے لئے مہیا کر دیں۔تاکہ وہ آپ کی امور خانہ داری میں مدد کر سکے۔

جناب فاطمہ (ع) پیغمبر (ص) کی خدمت میں گئیں لیکن اصحاب کی ایک جماعت کو محو گفتگو دیکھ کر واپس لوٹ آئیں اور شرم کے مارے آپ سے کوئی بات نہ کی۔
پیغمبر (ص) نے محسوس کرلیا تھا کہ فاطمہ (ع) کسی کام کی غرض سے آئی تھیں، لہذا آپ (ص) دوسرے دن ہمارے گھر خود تشریف لے آئے اور سلام کیا ہم نے جواب سلام دیا آپ ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا بیٹی فاطمہ (ع) کس لئے میرے پاس آئی تھیں؟ جناب فاطمہ (ع) نے اپنی حاجت کے بیان کرنے میں شرم محسوس کی حضرت علی (ع) نے عرض کی یارسول اللہ (ص)، فاطمہ (ع) اس قدر پانی بھر کر لائیں ہیں کہ مشک کے بند کے داغ آپ کے سینے پر پڑ چکے ہیں اتنی آپ نے چکی چلائی ہے کہ آپ کے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے ہیں اتنا آپ نے اپنے گھر کی صفائی کے لئے جھاڑو دیئے ہیں کہ آپ کا لباس غبار آلود اور میلا ہو چکا ہے اور اتنا آپ نے خوراک اور غذا پکائی ہے کہ آپ کا لباس میلا ہو گیا ہے۔میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ کی خدمت میں جائیں شاید کوئی کنیز اور مددگار آپ انہیں عطا فرمادیں۔
پیغمبر (ص) نے فرمایا بیٹی فاطمہ (ع) کیا تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو کنیز سے بہتر؟ جب سونا چاہو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد اللہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔یہ ذکر ایک سو سے زیادہ نہیں لیکن اس نے نامہ عمل میں ایک ہزار حسنہ لکھا جاتا ہے۔فاطمہ (ع)، اگر اس ذکر کو ہر روز صبح پڑھو تو خداوند تیرے دنیا اور آخرت کے کاموں کی اصلاح کر دے گا فاطمہ (ع) نے جواب میں کہا ابا جان میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہو گئی۔

ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ فاطمہ (ع) نے اپنے حالات اپنے بابا سے بیان کئے اور آپ (ص) سے ایک کنیز کا تقاضا کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فاطمہ (ع) خدا کی قسم چارسو آدمی فقیر اس وقت مسجد میں رہ رہے ہیں کہ جن کے پاس نہ خوراک ہے اور نہ ہی لباس مجھے خوف ہے کہ اگر تمہارے پاس لونڈی ہوئی تو گھر میں خدمت کرنے کا جو اجر وثواب ہے وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مجھے خوف ہے کہ علی ابن ابی طالب قیامت کے دن تم سے اپنے حق کا مطالبہ کریں اس کے بعد آپ نے تسبیح زہرا (ع) آپ کو بتلائی۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ دنیا کی طلب کے لئے پیغمبر (ص) کے پاس گئی تھیں لیکن آخرت کا ثواب ہمیں نصیب ہوگیا۔

جناب جابر کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) نے دیکھا کہ جناب فاطمہ (ع) معمولی قیمت کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ سے چکی چلا رہی ہیں اور بچے کو گود میں لئے ہوئے دودھ پلا رہی ہیں یہ منظر دیکھ کر آپ کے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا میری پیاری بیٹی دنیا کی سختی اور تلخی کو برداشت کرو تا کہ آخرت کی نعمتوں سے سرشار ہوسکو آپ نے عرض کیا، یارسول اللہ (ص) میں اللہ تعالی کی ان نعمتوں پر شکرگزار ہوں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا قیامت کے دن اتنا تجھے عطا کرے گا کہ تو راضی ہوجائے۔

ایک دن جناب بلال خلاف معمول مسجد میں صبح کی نماز میں دیر سے پہنچے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی آپ نے عرض کیا۔ جب میں مسجد آرہا تھا تو جناب فاطمہ (س) کے گھر سے گزرا میں نے دیکھا کہ آپ چکی پیس رہی ہیں اور بچے رو رہے ہیں، میں نے عرض کی اے پیغمبرؐ کی بیٹی ان دوکاموں میں سے ایک میرے سپرد کردیں تا کہ میں آپ کی مدد کروں، آپ نے فرمایا بچوں کو بہلانا مجھے اچھا آتا ہے اگر تم چاہتے ہو تو چکی چلا کر میری مدد کرو میں نے چکی کا چلانا اپنے ذمہ لے لیا اسی لئے مسجد میں دیر سے آیا ہوں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے فاطمہ (ع) پر رحم کیا ہے خدا تم پر رحم کرے۔

فاطمہ (س) شوہر کے ہمراہ:

جناب فاطمہ (ع) کسی عام آدمی کے گھر زندگی نہیں گزار رہی تھیں بلکہ وہ اسلام کی دوسری شخصیت، جو اسلام کے سپہ سالار، بہادر اور قوی اور پیغمبر (ص) کے خصوصی وزیر کے گھر میں زندگی گزار رہی تھیں اسلام اور اپنے شوہر کے حساس مقام ومنزلت کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ اگر علی کی تلوار نہ ہوتو اسلام کی کوئی پیشرفت نہیں ہوسکتی، جناب فاطمہ (س) اسلام کے بحرانی اور بہت حساس مواقع کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے گھر زندگی گزار رہی تھیں اسلام کا لشکر ہر وقت تیار رہتا تھا، ہر سال میں کئی لڑائیاں ہوجاتی تھیں۔حضرت علی (ع) ان تمام یا اکثر جنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔

جناب زہرا (س) اپنی سخت اور حساس ذمہ داری سے باخبر تھیں اور اس سے بھی بطور کامل مطلع تھی کہ عورت کا مرد کے مزاج پر کیا اثر ہوتا ہے، جانتی تھیں کہ عورت اس قسم کا نفوذ اور قدرت رکھتی ہے کہ جس طرف چاہے مرد کو پھیر سکتی ہے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ مرد کی ترقی یا تنزلی اور سعادت اور بدبختی کتنی عورت کی رفتار اور مزاج سے وابستہ ہے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ گھر مرد کے لئے مورچہ اور آسائش کا مرکز ہے مرد مبارز کے میدان اور حوادث زندگی اور ان کے مشکلات سے روبرو ہوکر تھکا ماندا گھر ہی آکر پناہ لیتا ہے تاکہ تازہ طاقت حاصل کرے اور اپنے وظائف کی انجام دہی کے لئے اپنے آپ کو دوبارہ آمادہ کرسکے۔اس مہم آسائشگاہ کی ذمہ دایاں عورت کو سونپی گئی ہیں۔اسی لئے اسلام نے ازدواجی زندگی کو جہاد کے برابر قرار دیا ہے۔امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ اچھی طرح شوہر کی خدمت کرے۔

جناب فاطمہ (ع) جانتی تھیں اسلام کا بہادر اور طاقتور سپہ سالار جنگ کے میدان میں اس وقت فاتح ہوسکتا ہے جب وہ گھر کے داخلی امور سے بے فکر اور اپنی رفیقہ حیات کی مہربانیوں اور تشویقات سے مطمئن ہو،اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اسلام کا فداکار سپہ سالار علی (ع) جب جنگ سے تھکا ماندہ میدان سے گھر آتا تھا تو اپنی ہمسر کی مہربانیوں اور نوازشات اور پیار بھری باتوں سے کاملاً نوازا جاتا

تھا۔آپ ان کے جسم کے زخموں پر مرہم پٹی کرتی تھیں ان کے خون آلو دلباس کو دھوتی تھیں اور جنگ کے حالات ان سے سنانے کو کہتی تھیں۔

جناب زہرا(ع) اپنے شوہر کو آفرین اور شاباش دے کر شوق دلایا کرتی تھیں آپ اور کی فدا کاری و بہادری کی داد دیا کرتی تھی اس طرح آپ حضرت علی (ع) کی حوصلہ افزائی اور آپ کو اگلی جنگ کے لئے تیار کرتی تھیں۔اپنی بے ریا محبت سے تھکے ماندے علی (ع) کو سکون مہیا کرتی تھیں خود حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب میں گھر واپس آتا تھا اور جناب زہرا(س) کو دیکھتا تھا تو میرے تمام غم واندوہ ختم ہو جایا کرتے تھے۔

جناب فاطمہ(ع) کبھی بھی حضرت علی (ع) کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں اور کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کو غضبناک نہیں کرتی تھیں کیونکہ جانتی تھیں کہ اسلام کہتا ہے کہ جو عورت شوہر کو غضب ناک کرے خداوند اس کی نماز اور روزے کو قبول نہیں کرتا جب تک اپنے شوہر کو راضی نہ کرے۔

جناب فاطمہ (ع) نے حضرت علی (ع) کے حکم کی کبھی مخالفت نہیں کی حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسا کام نہیں کیا کہ جس سے فاطمہ(ع) غضبناک ہوئی ہوں،اور فاطمہ (س) نے بھی کبھی مجھے غضبناک نہیں کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے جناب زہرا(س) کے آخری وداع میں اس کا اعتراف کیا ہے، کیونکہ جناب زہرا(س) نے اپنے آخری وقت میں علی (ع) سے کہا تھا اے ابن عم آپ نے مجھے کبھی دروغ گو اور خائن نہیں پایا جب سے آپ نے میرے سامنے زندگی شروع کی ہے میں نے آپ کے احکام کی مخالفت نہیں کی،علی (ع) نے فرمایا اے رسول خدا(ص) کی دختر معاذ اللہ تم نے گھر میں مجھ سے برا سلوک کیا ہو کیونکہ تیری اللہ کی معرفت اور پرہیزگاری اور نیکوکاری اور خداترسی اس حد تک تھی کہ اس پر ایراد اور اعتراض نہیں کیا جاسکتا تھا،میری محترم رفیقہ حیات مجھ پر تیری جدائی اور مفارقت بہت سخت ہے لیکن موت سے کسی کو مفر نہیں۔

چونکہ حضرت علی (ع) کی فکر داخلی امور سے کاملا آزاد تھی اور اپنی بیوی کی تشویق سے بھی بہرہ مند

تھے اسی لئے آپ کے لئے وہ تمام کامیابیاں ممکن ہوسکیں۔

لیکن یہ خیال کبھی نہ کیجئے کہ حضرت علی (ع) ابن ابی طالب ان خود پسند اور خود خواہ مردوں میں سے تھے کہ ہزاروں توقع اپنی زوجہ سے تو رکھتے ہوں لیکن اپنے لئے کسی مسئولیت یا ذمہ داری کے قائل نہ ہوں اور اپنے آپ کو عورت کا حاکم مطلق سمجھتے ہوں اور عورت کو زرخرید غلام بلکہ اس سے بھی پست تر خیال کرتے ہوں ایسا بالکل نہ تھا حضرت علی (ع) اسی حالت میں جب میدان جنگ میں تلوار چلا ہے ہوتے تھے تو جانتے تھے کہ ان کی بیوی بھی اسلام کے داخلی مورچہ گھر میں جہاد میں مشغول ہے ان کی غیر حاضری میں تمام داخلی امور اور خارجی امور کی ذمہ داری جناب فاطمہ (س) پر ہے کھانا پکاتی تھیں لباس دھوتی تھیں، بچوں کی نگاہ داری کرتی تھیں اور اولاد کی تربیت میں سخت محنت کرتی تھیں۔ جنگ کے زمانے میں سختی اور قحط کے دور میں غذا اور دیگر زندگی کے اسباب مہیا کرنے میں کوشش کرتی تھیں، جنگ اور حوادث کی ناراحت کنندہ خبر سن کر ناراحت ہوتیں اور انتظار کی سختی برداشت کرتی تھیں۔

خلاصہ گھر کے نظم وضبط کو برقرار رکھتیں جو کہ ایک مملکت چلانے سے آسان نہیں ہوا کرتا، حضرت علی (ع) کو احساس تھا کہ داخلی سپاہی کو بھی دلجوئی اور محبت اور تشویق کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے جب بھی آپ گھر میں تشریف لاتے تو آپ گھر کے حالات اور جناب زہرا (س) کی محنت اور مشقت کی احوال پرسی کرتے تھے اور اس تھکی ماندی شخصیت کو سراہتے اور ان کے دل کو اپنی مہربانیوں اور دل نواز باتوں کے ذریعہ سکون مہیا کرتے، زندگی سختی اور فقر اور تہی دستی کے لئے ڈھارس بندھاتے اور زندگی کے کاموں کو بجالانے اور زندگی کے کاموں میں آپ کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ علی (ع) جانتے تھے کہ جتنا مرد عورت کے اظہار محبت اور خلوص اور قدردانی کا محتاج ہے اتنا عورت بھی اس کی محتاج ہے یہ دونوں اسلام کا نمونہ تھے اور اپنے وظائف پر عمل کرتے اور عالم اسلام کے لئے اپنے اخلاق کا نمونہ بنے رہے۔

کیا جناب رسول خدا (ص) نے زفاف کی رات علی (ع) سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہاری بیوی جہاں کی عورتوں سے بہتر ہے، اور جناب زہرا (س)، سے فرمایا تھا کہ تمہارا شوہر علی (ع) جہان کے

مردوں سے بہتر ہے۔
کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ اگر علی (ع) نہ ہوتے تو فاطمہ (س) کا کوئی ہم کفو جو د نہیں تھا۔
جناب فاطمہ (س) نے اپنے والد بزگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے محسن اور مہربان ہوں۔کیا خود حضرت علی علیہ السلام نے زفاف کی صبح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیخدمت میں عرض کیا تھا کہ فاطمہ (س) اللہ کی اطاعت میں میری بہترین مددگار اور یاور ہے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت:

جناب زہراء (ع) کی ذمہ داریوں میں سے سب سے زیادہ سخت ذمہ داری اولاد کی تربیت تھی۔آپ کے پانچ بچے تھے، جناب امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) اور جناب زینب خاتون اور جناب ام کلثوم اور پانچوں فرزند کا نام محسن تھا جو ساقط کر دیا گیا، آپ کی اولاد عام لوگوں کی اولاد کی طرح نہ تھی بلکہ یوں ہی مقدر ہو چکا تھا کہ پیغمبر اکرم (ص) کی نسل مبارک جناب فاطمہ (ع) سے چلے۔
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے باقی پیغمبروںؑ کی ذریت ان کے صلب سے ہے لیکن میری نسل علی (ع) کے صلب سے مقرر ہوئی ہے میں فاطمہ (س) کی اولاد کا باپ ہوں۔
خدا نے مقرر فرمایا ہے کہ دین کے پیشوا اور رسول خدا (ص) کے خلفاء جناب زہرا (س) کی پاک نسل سے ہوں لہذا جناب زہرا (ع) کی سب سے زیادہ سخت ذمہ داری اولاد کی تربیت تھی۔
تربیت اولاد ایک مختصر جملہ ہے لیکن یہ لفظ بہت مبہم اور وسیع المعنی ہے شاید کسی کے ذہن میں آئے کہ اولاد کی تربیت صرف اور صرف باپ کا ان کے لئے لوازم زندگی فراہم کرنا ہی ہے اور ماں ان کے لئے خشک وتر سے غذا مہیا کر دے اور لباس دھو دے اور بس اس کے علاوہ اور کوئی بھی ذمہ داری اولاد کی ان پر عائد نہیں ہوتی لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام اسی حد تک اولاد کی تربیت میں اکتفا

نہیں کرتا بلکہ ماں باپ کو ان کی بہت بڑے ذمہ داری اور وظیفہ کا مسئول قرار دیتا ہے۔
اسلام بچے کی بعد میں بننے والی شخصیت کو ماں باپ کی پرورش اور تربیت اور ان کی نگہداری کے مرہون منت سمجھتا ہے ماں باپ کے تمام حرکات او رسکنات اور افعال و کردار بچے کی لطیف اور حساس روح پر اثر انداز ہوتے ہیں، ہر بچہ ماں باپ کے رفتار اور سلوک کی کیفیت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ بہت زیادہ احتیاط سے بچے کے مستقبل کے مراقب او رمواظب ہوں تا کہ بے گناہ بچہ کہ جس کی نہاد اچھائی خلق ہوئی ہے فاسد اور بد بخت نہ ہو جائے۔
جناب زہرا (ع) نے خود دامن وحی میں تربیت پائی تھی اور اسلامی تربیت سے نا آشنا اور غافل نہ تھیں۔ یہ جانتی تھیں کہ کس طرح ماں کا دودھ اور اس کے معصوم بچے کے لبوں پر بوسے لے کر اس کے تمام حرکات اور سکنات اعمال اور گفتار اس کی حساس روح پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ جانتی تھیں کہ مجھے امام کی تربیت کرنا ہے اور معاشرہ اسلامی کو ایک ایسا نمونہ دینا ہے جو روح اسلام کا آئینہ دار اور حقیقت کا معرف ہوگا، معارف اور حقائق ان کے وجود میں جلوہ گر ہوں اور یہ کام کوئی آسانی کام نہ تھا۔

جناب فاطمہ (ع) جانتی تھیں کہ مجھے اس حسین (ع) کی تربیت کرنا ہے کہ جو اسلام کی ضرورت کے وقت اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان دین اسلام کے دفاع اور ظلم سے مبارزہ کر کے فدا کر سکے اور اپنے عزیزوں کے پاک خون سے اسلام کے درخت کو سیراب کر دے۔ جانتی تھیں کہ انھیں ایسی لڑکیاں زینبؑ اور ام کلثومؑ تربیت کرنی ہیں جو اپنے پر جوش خطبوں اور تقریروں سے بنی امیہ کی ظلم و ستم کی حکومت کو رسوا کر دیں اور ان کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنا دے۔ فاطمہ (س) زہرا گھریلو یونیورسٹی میں زینب کو فداکاری اور شجاعت اور یزید کے ظلم سے مرعوب نہ ہونے کا دس دے رہی تھیں تا کہ اپنی شعلہ بیانی سے دوست اور دشمن کو رلائے اور اپنے بھائی کی مظلومیت اور بنو امیہ کی بیدادگی اور ظلم سے مرعوب نہ ہونے کا درس دے رہی تھیں، جانتی تھیں کہ ایک متحمل مزاج فرزند امام حسنؑ جیسا تربیت کرنا ہے تا کہ اسلام کے حساس موقع پر اپنے جگر کا خون پیتا رہے اور اسلام کے

منافع اور اساسی انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے ساکت رہے اور شام کے حاکم سے صلح کر کے عالم کو بتلا دے کہ اسلام جب تک ممکن ہو صلح کو جنگ پر ترجیح دیتا ہے اور اس طرح کر کے حاکم شام کی عوام فریبی اور دغل بازی کو ظاہر کر دے، غیر معمولی نمونے جو اس اعجاز آمیز مکتب سے نکلے ہیں وہ حضرت زہرا (س) کی غیر معمولی طاقت اور عظمت روحی کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔

جی ہاں حضرت زہرا (س) کوتاہ فکر عورتوں سے نہ تھیں کہ جو گھر کے ماحول اور محیط کو معمولی شمار کرتے ہوئے بلند پرواز کرتی ہیں۔ حضرت زہرا (س) کے گھر کے ماحول کا بہت زیادہ خیال کرتی تھیں اسے انسان سازی کا ایک بہت بڑا کارخانہ اور فوجی تمرین اور فدا کاری کی ایک اہم یونیورسٹی شمار کرتی اور جانتی تھیں کہ اس درسگاہ کے تربیت شدہ کو جو درس دیا جائے گا وہ انہیں معاشرہ کے بہت بڑے میدان میں ظاہر کرنا ہوگا، جو یہاں ٹرینگ لیں گے اس پر انہیں مستقبل میں عمل کرنا ہوگا، جناب زہرا (س) عورت ہونے میں احساس کمتری میں مبتلا نہ تھیں اور عورت کے مقام اور مرتبے کو اہم اور اعلی جانتی تھیں اور اس قسم کی بھاری استعداد اپنے میں دیکھ رہی تھیں کہ کارخانہ خلقت نے ان پر اس قسم کی بھاری اور مہم ذمہ داری ڈال دی ہے اور اس قسم کی اہم مسئولیت اس کے سپرد کر دی ہے۔

تربیت کی اعلی درسگاہ:

حضرت زہرا (س) کے گھر میں بچوں کی ایک اسلامی تربیت اور اعلی درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی یہ درسگاہ اسلام کی دوسری شخصیت اور اسلام کی خاتون اول کی مدد سے یعنی علی (ع) اور فاطمہ زہرا (س) کی مدد سے چلائی جا رہی تھی اور اسلام کی پہلی شخصیت یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی چل رہی تھی۔ اس میں تربیت کے قواعد اور پروگرام بلاواسطہ پرودگار جہان کی طرف سے نازل ہوتے تھے، تربیت کے بہترین پروگرام اس میں منعقد کئے جاتے تھے اور بہترین افراد کو تربیت دی گئی

تھی میں یہاں اس مطلب کے اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ اس عالی پروگرام کے جزئیات ہمارے لئے بیان نہیں کیئے گئے، کیوں کہ اول تو اس زمانے کے مسلمان اتنی فکری رشد نہیں رکھتے تھے کہ وہ تربیتی امور کی اہمیت کے قائل ہوں اور اس کی قدر کریں اور پیغمبر اور علی اور فاطمہ علیہم السلام کی گفتار اور رفتار کو جو وہ بجالائے تھے محفوظ کر لیتے اور دوسروں کے لئے روایت کرتے دوسرے بچوں کی تربیت کا اکثر لائحہ عمل گھر کے اندر جاری کیا جاتا تھا کہ جو دوسروں سے اندرونی اوضاع غالباً پوشیدہ رہتے تھے۔

لیکن اس کے باوجود اجمالی طور سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کی تربیت کا لائحہ عمل وہی تھا جو قرآن کریم اور احادیث پیغمبر (ص) اور احادیث آئمہ اطہار میں وارد ہوا ہے اور پھر جو تھوڑی بہت جزئیات نقل کی گئی ہیں اس سے ایک حد تک ان کی تربیت کی طرف راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ مفصل طور پر اصول تربیت پر اصول تربیت پر بحث کے لئے گنجائش نہیں ہے۔لیکن ان میں سے کچھ اصول تربیت کو جو حضرت زہرا (س) کی اولاد کی تربیت میں استعمال کیئے گئے ہیں اور ہمارے لئے نقل ہوئے ہیں اختصار کے طور پر یہاں بیان کرتے ہیں:

پہلا درس؛ محبت:

شاید اکثر لوگ یہ خیال کریں کے بچے کی تربیت کا آغاز اس وقت سے ہونا چاہیئے جب اچھائی اور برائی کو بچہ درک کرنے لگے اور اس سے پہلے بچے کی تربیت کرنا موثر نہ ہوگی، کیوں کہ اس سے پہلے بچہ خارجی عوامل سے متاثر نہیں ہوتا لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کیوں کہ فن تربیت کے دانشمندوں کی تصدیق کے مطابق بچے کی پرورش اور تربیت کا آغاز اس کی پیدائش سے ہی شروع کر دینا چاہیئے، دودھ پلانے کی کیفیت اور ماں باپ کے واقعات اور رفتار نومولود کی پرورش میں ایک حد تک موثر واقع ہوتے ہیں اور اس کی مستقبل کی شخصیت اسی وقت سے شروع جاتی ہے۔

فن تربیت اور نفسیات کے ماہرین کے نزدیک یہ مطلب ثابت ہے کہ بچے بچپن کے زمانے سے ہی محبت اور شفقت کے محتاج ہوتے ہیں۔بچہ چاہتا ہے کہ اس کے ماں باپ اسے حد سے زیادہ پیار

کریں اور اس کے ساتھ شفقت کا اظہار کریں بچے کو اس کی زیادہ فکر نہیں ہوتی کہ وہ قصر میں زندگی گزار رہا ہے یا خیمے میں اس کا لباس بہت اعلی اور نفیس ہے یا نہیں، لیکن اسے اس موضوع سے زیادہ توجہ ہوتی ہے کہ اس سے محبت کی جاتی ہے یا نہیں، بچے کے اس اندورنی احساس کو سوائے محبت کے اظہار اور شفقت کے اور کوئی چیز ختم نہیں کرسکتی، بچے کی مستقبل کی شخصیت اور اخلاق کا سرچشمہ اس سے محبت کا اظہار ہے یہی ماں کی گرم گود اور باپ کی مخلصانہ نوازش بچے میں بشر دوستی کی حس اور ہم جنس سے علاقہ مندی پیدا کرتی ہے۔ یہی بچے سے بے ریاء نوازش بچے کو تنہائی کے خوف اور ضعف سے نجات دیتی ہے اور اسے زندگی کا امیدوار بناتی ہے، یہی خالص پیار و محبت بچے کی روح میں اچھے اخلاق اور حسن ظن کی آمیرش کرتی ہے اور اسے اجتماعی زندگی اور ایک دوسرے سے تعاون و ہمکاری کی طرف ہدایت کرتی ہے اور گوشہ نشینی اور گمنامی سے نجات دیتی ہے انہیں نوازشات کے واسطے سے بچے میں اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو دوستی کے لائق سمجھتا ہے۔

جس بچے میں محبت کی کمی کا احساس ہو وہ عام طور سے ڈرپوک، شرمیلا ضعیف، بدگمان، گوشہ نشین، بے علاقہ، پژمردہ اور مریض ہوا کرتا ہے، اور کبھی ممکن ہے کہ اس کے ردعمل کے اظہار کے لئے اور اپنی بے نیازی کو بتلانے کے لئے مجرمانہ افعال کے بجالانے میں ملوث ہوجائے جیسے جنایت، چوری، قتل وغیرہ تا کہ اس وسیلہ سے اس معاشرہ سے انتقام لے سکے جو اسے دوست نہیں رکھتا اور اس سے بے نیازی کا مظاہرہ کرسکے۔

پس بچے سے محبت اور شفقت اس کی ضروریات میں شمار ہوتی ہیں اور اس کی پرورش میں محبت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس چیز کا درس حضرت زہرا (س) کے گھر میں کامل طور سے دیا جاتا تھا اور پیغمبر اکرم (ص) جناب فاطمہ (س) کو اس کی تاکید فرماتے تھے۔

روایت میں آیا ہے کہ جب امام حسن (ع) متولد ہوئے تو آپ کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ نو مولود کو زرد

کپڑے میں نہ لپیٹا کرو؟ اس کے بعد امام حسن (ع) کے زرد کپڑے کو اتار پھینکا اور انہیں سفید کپڑے میں لپیٹا اور بغل میں لیا اور انہیں بوسہ دینا شروع کیا، یہی کام آپ نے امام حسین علیہ السلام کی پیدائشے وقت بھی انجام دیا۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جماعت میں مشغول تھے آپ جب سجدے میں جاتے تو امام حسین (ع) آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور پاؤں کو حرکت دیتے اور جب سجد سے سر اٹھاتے تو امام حسین علیہ السلام کو پشت سے ہٹا کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ دوبارہ سجدے میں جاتے تو امام حسینؑ دوبارہ پشت پر سوار ہو جاتے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہٹا دیتے، پیغمبر اکرم (ص) نے اسی کیفیت سے نماز پوری کی، ایک یہودی جو یہ کیفیت دیکھ رہا تھا اس نے عرض کی کہ بچوں کے ساتھ آپ کا جو برتاؤ ہے اس کو ہم پسند نہیں کرتے۔ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا کہ اگر تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوتے تو تم بھی بچوں کے ساتھ ایسی ہی نرمی سے پیش آتے وہ یہودی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رویہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔

ایک دن پیغمبر (ص) جناب امام حسن (ع) کو بوسہ اور پیار کر رہے تھے کہ اقرع بن حابس نے عرض کی کہ میرے دس فرزند ہیں لیکن میں نے ابھی تک کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ پیغمبر (ص) غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اگر خدا نے تیرے دل سے محبت کو لے لیا ہے تو میں کیا میں کیا کروں؟ جو شخص بھی بچوں پر ترحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔

ایک دن جناب رسول خدا (ص) کا جناب فاطمہ (س) کے گھر سے گزر ہوا آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی آپ نے جناب فاطمہ (س) کو آواز دی اور فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حسین (ع) کو رونا مجھے اذیت دیتا ہے۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو اپنے کندھے پر سوار کیا تھا راستے میں کبھی امام حسن علیہ السلام کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی امام حسین علیہ السلام کا، ایک آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (ص) آپ ان دو بچوں کو دوست رکھتے ہیں آپ

نے فرمایا۔ ہاں، جو شخص حسن (ع) اور حسین (ع) کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو شخص ان سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔

پیغمبر اسلام (ص) کبھی جناب فاطمہ (ع) سے فرماتے تھے، حسن اور حسین کو میرے پاس لاؤ اور جب آپ ان کو حضور کی خدمت میں لے جاتیں تو رسول اکرم (ص) ان کو سینے سے لگاتے اور پھول کی طرح ان کو سونگھتے۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن (ع) اور حسین (ع) کے لبوں کو اس طرح چوستے دیکھا ہے جیسے خرما کو چوسا جاتا ہے۔

دوسرا درس؛ شخصیت سازی:

نفسیات کے ماہر کہتے ہیں کہ بچے کی تربیت کرنے والے کو بچے کی شخصیت کی پرورش کرنی چاہیئے اور بچے کو خود اعتمادی کا درس دینا چاہیئے۔ یعنی اس میں اعتماد نفس اجاگر کیا جائے تاکہ اسے بڑی شخصیت اور بڑا آدمی بنایا جاسکے۔

اگر بچے کی تربیت کرنے والا بچے کا احترام نہ کرے اور اسے حقیر شمار کرے اور اس کی شخصیت کو ٹھیس پہنچاتا رہے تو خود بخود وہ بچہ ڈرپوک اور احساس کمتری کا شکار ہو جائے گا اور اپنے آپ کو بے قیمت اور حقیر جاننے لگے گا۔ اور جب جوان ہوگا تو اپنے آپ کو اس لائق ہی نہیں سمجھے گا کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکے۔ اس قسم کا آدمی معاشرہ میں بے اثر ہوگا اور اپنے آپ کو بہت آسانی سے پست کاموں کے لئے حاضر کر دے گا۔

بخلاف اگر اپنے آپ کو صاحب شخصیت اور باوقار سمجھتا ہو تو پھر وہ پست کاموں کے لئے تیار نہ ہوگا اور ذلت وخواری کے زیر بار نہ ہوگا۔ اس قسم کی نفسیاتی کیفیت ایک حد تک ماں باپ کی روحی کیفیت اور خاندانی تربیت سے وابستہ ہوا کرتی ہے۔

نفسیات کے ماہر بچے کی تربیت کے لئے تربیت کرنے والوں سے سفارش کرتے ہیں کہ جن میں سے بعض یہ مطالب ہیں۔

اول: بچے سے محبت اور نوازش کا اظہار کرنا ہم اسے پہلے درس میں بیان کر چکے ہیں اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ جناب امام حسن (ع) اور جناب امام حسین (ع) ماں باپ اور حضرات رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بہت زیادہ محبت سے بہرہ ور تھے۔

دوم: بچے کی اچھی صفات کا ذکر کیا جائے اور اس کی اپنے دوستوں کے سامنے تعریف اور توصیف کی جائے اور اسے نفس کی بزرگی کا درس دیا جائے۔

جناب رسول خدا (ص) نے کئی دفعہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا کہ یہ جوانان جنت کے بہترین افراد سے ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے۔

پیغمبر اکرم (ص) نے امام حسین اور امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم ریحان جنت ہو۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور جناب امام حسن (ع) آپ کے پہلوں میں بیٹھے ہوئے تھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف اور فرماتے تھے کہ حسن (ع) سید و سردار ہے۔ شاید اس کی برکت سے میری امت میں صلح واقع ہو۔

جابر کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت پر سوار ہیں اور آپ گھٹنوں اور ہاتھوں پر چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہاری سواری بہترین ہے اور تم بہترین سوار ہو۔

یعلی عامری کہتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھ بڑھائے تا کہ آپ کو پکڑ لیں جناب امام حسین علیہ السلام اس طرف اور اس طرف بھاگتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہنستے ہوئے امام حسین علیہ السلام کو بغل میں لے لیا اور اس وقت اپنا ایک ہاتھ امام حسین علیہ السلام کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ہاتھ گردن کے پیچھے رکھا اور اپنے دہن مبارک کو امام حسین (ع) کے لبوں پر رکھ کر بوسہ دیا اور فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص اسے دوست رکھے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) سے فرمایا کرتے تھے کہ تم، لوگوں کے پیشوا اور جوانان جنت کے سردار ہو اور معصوم ہو خدا اس پر لعنت کرے جو تم سے دشمنی کرے۔

جناب فاطمہ (ع) ایک دن امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خدمت میں لائیں اور عرض کی یا رسول اللہ (ص) حسن (ع) اور حسین آپ کے فرزند ہیں ان کو کچھ عطا فرمایئے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی سیادت و ہیبت حسن کو بخشی، اور اپنی شجاعت اور سخاوت حسین (ع) کو دی۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسین (ع) کو دیکھا کہ آپ پیغمبر (ص) کے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ان کو بوسہ دے رہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سردار اور سردارزادہ ہو امام اور امام کے فرزند اور اماموں کے باپ ہو تم حجت ہو اور حجت کے فرزند اور نو حجتوں کے باپ ہو کہ آخری حجت امام مہدی قائم ہوں گے۔

جی ہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب زہرا (ع) کی اولاد کی تربیت میں کوشش کرتے تھے جناب زہراء اور حضرت علی بھی اسی لائحہ عمل پر آپ کی متابعت کرتے تھے کبھی بھی انہوں نے بچوں کو حقیر نہیں سمجھا اور ان کی شخصیت کو دوسروں کے سامنے ہلکا پھلکا بنا کر پیش نہیں کیا، اور ان کے روح اور نفس پر اس قسم کی ضرب نہیں لگائی یہی وجہ تھی کہ آپ کے یہاں سید و سردار نے تربیت پائی۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا کہ جس کی اسے سزا ملنی تھی اس نے اپنے آپ کو جناب رسول خدا (ص) سے مخفی رکھا یہاں تک کہ ایک دن راستے میں امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) سے اس کی ملاقات ہوگئی ان دونوں کو کندھے پر بیٹھایا اور جناب رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور عرض کی یا رسول اللہ (ص) میں حسن (ع) اور حسین (ع) کو شفیع اور واسطہ قرار دیتا ہوں پیغمبر اکرم (ص) ہنس دیئے اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا اس کے بعد امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) سے فرمایا کہ میں نے تمہاری سفارش اور شفاعت قبول کرلی ہے۔ یہی عظمت نفس اور بزرگی تھی کہ امام حسین علیہ السلام اپنی مختصر فوج سے یزید کے بے شمار لشکر کے سامنے ڈٹ گئے اور مردانہ وار جنگ کی لیکن ذلت اور خواری کو برداشت نہ کیا آپ

فرماتے تھے میں غلاموں کی طرح بھاگوں گا نہیں اور ذلت اور خواری کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کروں گا۔

اسی تربیت کی برکت تھی کہ زینب کبریٰ ان تمام مصائب کے باوجود یزید کے ظلم وستم کے سامنے حواس باختہ نہ ہوئیں اور اس سے مرعوب نہ ہوئیں اور پر جوش خطابت سے کوفہ اور شام کو منقلب کر گئیں اور یزید کی ظالم اور خونخوار حکوت کو ذلیل اور خوار کر کے رکھ دیا۔

تیسرا درس: ایمان اور تقوی:

نفسیات کے ماہرین کے درمیان یہ بحث ہے کہ بچوں کے لئے دینی تعلیمات اور تربیت کس وقت سے شروع کی جائے ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ بچہ جب تک بالغ اور رشید نہ ہو وہ عقائد اور افکار دینی کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا اور بالغ ہونے تک اسے دینی امور کی تربیت نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن ایک دوسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بچے بھی اس کی استعداد رکھتے ہیں اور انہیں دینی تربیت دی جانی چاہیئے تربیت کرنے والے دینی مطالب اور مذہبی موضوعات کو سادہ اور آسان کر کے انہیں سمجھائیں اور تلقین کریں اور انہیں دینی امور اور اعمال کو جو آسان ہیں بجالانے پر تشویق دلائیں تا کہ ان کے کان ان دینی مطالب سے آشنا ہوں اور وہ دینی اعمال اور افکار پر نشو ونما پاسکیں۔ اسلام اسی دوسرے نظریئے کی تائید کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کریں۔

پیغمبر اسلام (ص) نے دینی امور کی تلقین حضرت زہرا (س) کے گھر بچپن اور رضایت کے زمانے سے جاری کر دی تھی۔ جب امام حسن علیہ السلام دنیا میں آئے اور انہیں رسول خدا (ص) کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے انہیں بوسہ دیا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر بھی یہی عمل انجام دیا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینی تلقین کو اس طرح موثر جانتے تھے کہ تولد کے آغاز سے ہی آپ نے امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) کے کانوں میں اذان اور اقامت کہی تا کہ اولاد کی

تربیت کرنے والوں کے لئے درس ہوجائے یہی وجہ تھی کہ جناب فاطمہ (س) جب امام حسن (ع) کو کھلایا کرتیں اور انہیں ہاتھوں پر اٹھا کر اوپر اور نیچے کرتیں تو اس وقت یہ جملے پڑھتیں اے حسن (ع) تم باپ کی طرح ہونا تاکہ حق کا دفاع کرنا اور اللہ کی عبادت کرنا اور ان افراد سے جو کینہ پرور اور دشمن ہوں دوستی نہ کرنا۔

جناب فاطمہ زہرا، بچوں کے ساتھ کھیل میں بھی انہیں شجاعت اور دفاع حق اور عبادت الہی کا درس دیتی تھیں اور انہیں مختصر جملوں میں چار حساس مطالب بچے کو سکھا رہی ہیں، یعنی باپ کی طرح بہادر بننا اور اللہ کی عبادت کرنا اور حق سے دفاع کرنا اور ان اشخاص سے دوستی نہ کرنا جو کینہ پرور اور دشمن ہوں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالی تقوی اور ناپاک غذا کے موارد میں سخت مراقبت فرماتے تھے۔

چوتھا درس؛ نظم اور دوسروں کے حقوق کی مراعات:

ایک اہم مطلب جو ماں باپ اور دوسرے بچوں کی تربیت کرنے والوں کے لئے مورد توجہ ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ وہ بچے پر نگاہ رکھیں کہ وہ اپنے حق سے تجاوز نہ کرے اور دوسروں کے حق کا احترام کرے بچے کو منظم ہونا چاہیئے زندگی میں نظم اور ضبط کا برقرار رکھنا اسے سمجھایا جائے اس کی اس طرح تربیت کی جائے کہ اپنے حق کے لینے سے عاجز نہ ہو اور دوسروں کے حق کو پامال نہ کرے، البتہ اس صفت کی بنیاد گھر اور ماں باپ کو رکھنی ہوگی، ماں باپ کو اپنی تمام اولاد کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا چاہیئے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم نہ کریں، لڑکے اور لڑکی کے درمیان، چھوٹے اور بڑے کے درمیان، خوبصورت اور بدصورت کے درمیان، ذہین اور کم ذہن کے درمیان فرق نہ کریں یہاں تک کہ محبت کے ظاہر کرنے کے وقت بھی ایک جیسا سلوک کریں تاکہ ان میں حسد اور کینہ کی حس پیدا نہ ہو اور سرکشی اور متجاوز نہ نکل آئیں۔

اگر بچہ دیکھے کہ گھر میں تمام افراد کے درمیان حقوق کی پوری طرح رعایت کی جاتی ہے تو وہ سمجھ جائے گا کہ جامعہ اور معاشرہ میں بھی ایک دوسرے کے حقوق کی پوری طرح رعایت نہ ہوئی تو اس

میں سرکشی اور تجاوز کی عادت تقویت پکڑے گی اگر کوئی بچہ کسی ترتیب وار چیز کے خریدنے یا کسی جگہ باترتیب سوار ہونے میں یا کلاس کے کمرے میں باترتیب جانے یا نکلنے میں اس ترتیب اور نظم کا خیال نہ کرے اور دوسروں کے حق کو پامال کرے اور اس کے ماں باپ اور تربیت کرنے والے افراد اس کے اس عمل میں تشویق کریں تو انہوں نے اس معصوم بچے کے حق میں خیانت کی کیونکہ وہ بچپن سے یہی سمجھے گا کہ دوسروں پر تعدی اور تجاوز بلاوجہ تقدم ایک قسم کی چالاکی اور ہنر ہے۔ یہی بچہ جوان ہو کر جب معاشرہ میں وارد ہوگا یا کسی کام کی بجا آوری کا ذمہ دار بنا جائے گا تو اس کی ساری کوشش دوسروں کے حقوق کو تلف اور پائمال کرنا ہوگی اور اپنے ذاتی منافع کے علاوہ اس کا کوئی ہدف نہ ہوگا اس صفت کا درس حضرت زہرا کے گھر میں کامل طور سے اور اتنی وقت کے ساتھ کہ معمولی سے معمولی ضابطہ کی بھی مراعات کی جاتی تھی دیا جاتا تھا۔

مثال کے طور پر حضرت علی (ع) فرماتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر آرام کر رہے تھے، امام حسن (ع) نے پانی مانگا جناب رسول خدا (ص) اٹھے تھوڑا دودھ برتن میں ڈال کر جناب امام حسن (ع) کو دیا کہ اتنے میں امام حسین علیہ السلام بھی اٹھے اور چاہا کہ دودھ کا برتن امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ سے لیں لیکن پیغمبر (ص) نے امام حسین علیہ السلام کو اس کے لینے سے روک دیا، جناب فاطمہ زہرا (س) یہ منظر دیکھ رہی تھیں، عرض کیا یا رسول اللہ (ص) گویا آپ امام حسن (ع) کو زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ آپ (ص) نے جواب دیا کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اس کے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ امام حسن (ع) کو تقدم حاصل ہے اس نے حسین (ع) سے پہلے پانی مانگا تھا لہذا باری کی رعایت ہونی چاہیے۔

پانچواں درس؛ ورزش اور کھیل کود:

تربیت کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بچے کو کھیل کود میں اس کی مرضی کے مطابق آزادی دینی چاہیئے بلکہ اس کے لئے کھیل کود اور سیر وسیاحت کے پورے اسباب فراہم کرنے چاہییں۔ آج کل متمدن معاشرے میں یہ موضوع قابل توجہ قرار دیا جاتا ہے اور پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول اور کالجوں

میں کھیل اور تفریح کے مختلف وسائل بچوں اور جوانوں کی عمر کے مطابق فراہم کئے جاتے ہیں اور انہیں مل کر کھیلنے اور ورزش کرنے کی تشویق دلاتے ہیں، گویا وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کھیلنا جیسے بدن کے رشد کرنے کے لئے ضروری ہے ویسے ہی یہ ان کی روح کی تربیت کے لئے بھی بہت تاثیر رکھتا ہے۔

بعض لوگ بچوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ بڑوں کی طرح زندگی گزاریں اور اپنے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں طفلانہ کھیل کود سے روکے رکھیں اور اگر کوئی بچہ کھیل کود میں مشغول ہو تو اسے بے ادب بچہ قرار دیتے ہیں اور اگر چپ چاپ سر جھکائے اور کھیل کود سے دور ایک گوشہ میں بیٹھا رہنے والا ہو تو اسے شاباش دیتے ہیں اور اسے باادب بچہ سمجھتے ہیں۔ لیکن نفسیات کے ماہر اس عقیدے کو غلط اور بے جا قرار دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بچے کو کھیلنا چاہیئے۔ اور اگر بچہ نہ کھیلے تو یہ اس کے جسمی اور روحی بیمار ہونے کی علامت ہے۔ البتہ ماں باپ کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بچہ وہ کھیل کود انجام نہ دے جو اس کے لئے ضرر کا موجب ہو اور دوسروں کے لئے مسرت کے اسباب فراہم کرتا ہو۔

ماں باپ صرف بچہ کو کھیل کود کے لئے آزادی ہی نہ دیں بلکہ خود بھی بیکاری کے وقت بچے کے ساتھ کھیلیں، کیوں کہ ماں باپ کا یہ عمل بچے کے لئے لذت بخش ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے لئے محبت کی علامت قرار دیتا ہے۔

رسول خدا (ص) جناب امام حسن اور امام حسین کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ابوہریرہ نے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول خدا (ص) کو دیکھا کہ وہ حسن (ع) اور حسین (ع) کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ان کے پاؤں کو اپنے سینے پر رکھے ہوئے فرما رہے تھے، فاطمہ (س) کے نور چشم اور چڑھو، حسن (ع) اور حسین (ع) او پر چڑھتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں آپ کے سینے تک جا پہنچے آپ اپنے لبوں پر رکھ کر بوسہ دیتے اور فرماتے خدایا میں حسن (ع) اور حسین (ع) کو دوست رکھتا ہوں)

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب حسن (ع) اور حسین (ع) پیغمبر (ص) کے سامنے کشتی کرتے تھے۔ پیغمبر (ص) امام حسن (ع) کو فرماتے شاباش حسن (ع) شاباش حسن (ع)۔ جناب فاطمہ (س)

عرض کرتیں یارسول اللہ (ص) حسن (ع) باوجودیکہ حسین (ع) سے بڑا ہے آپ انہیں حسین (ع) کے خلاف شاباش اورتشویق دلا رہے ہیں۔

آپ (ص) نے جواب دیا کہ حسین (ع) باوجودیکہ حسن (ع) سے چھوٹے ہیں لیکن شجاعت اور طاقت میں زیادہ ہیں اور پھر جناب جبرئیل حسین (ع) کوتشویق اورشاباش دے رہے ہیں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول خدا (ص) پاؤں اور ہاتھوں پر چل رہے ہیں اور آپ کی پشت پرحسن (ع) اورحسین (ع) سوار ہیں اور فرما رہے تھے تمہاراا اونٹ سب سے بہتر اونٹ ہے اورتم بہترین سوار ہو۔

فضائل حضرت زہرا (س):

پیغمبر (ص) نے فرمایا کہ بہشت کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہ (س) ہیں۔

پیغمبر (ص) نے جناب فاطمہ (س) سے فرمایا کہ خدا تیرے واسطے سے غضب کرتا ہے اور تیری خوشنودی کے ذریعہ خوشنود ہوتا ہے۔

امام محمد باقر (ع) نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم، اللہ نے فاطمہ (س) کو علم کے وسیلہ سے فساد اور برائیوں سے محفوظ رکھا ہے۔

جناب امام محمد باقر (ع) سے پوچھا گیا کہ جناب فاطمہ (س) کا نام زہراء کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ خدا نے آپ کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے آپ کے نور سے زمین اور آسمان اتنے روشن ہوئے کہ ملائکہ اس نور سے متاثر ہوئے اور وہ اللہ کے لئے سجدہ میں گر گئے اور عرض کی خدایا یہ کس کا نور ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میری عظمت کے نور سے ایک شعلہ ہے کہ جسے میں نے پیدا کیا ہے اور اسے آسمان پرسکونت دی ہے اسے پیغمبروں میں سے بہترین پیغمبر (ص) کے صلب سے پیدا کروں گا اور اسی نور سے دین کے امام اور پیشوا پیدا کروں گا تا کہ

لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کریں وہ پیغمبر (ص) کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے۔

حضرت فاطمہ (س) کا علم و دانش:

عمار کہتے ہیں ایک دن حضرت علی (ع) گھر میں داخل ہوئے تو جناب فاطمہ (س) نے فرمایا یا علی (ع) آپ میرے نزدیک آئیں تاکہ میں آپ کو گزشتہ اور آئندہ کے حالات بتلاؤں، حضرت علی (ع)، فاطمہ (س) کی اس گفتگو سے حیرت میں پڑ گئے اور پیغمبر (ص) کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور سلام کیا اور آپ کے نزدیک جا بیٹھے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ بات شروع کریں گے یا میں کچھ کہوں؟ حضرت علی (ع) نے عرض کی کہ میں آپ کے فرمان سے استفادہ کرنے کو دوست رکھتا ہوں۔ پیغمبر (ص) نے فرمایا گویا آپ سے فاطمہ (س) نے یہ کہا ہے اور اسی وجہ سے تم نے میری طرف مراجعت کی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ (ص) کیا فاطمہ (س) کا نور بھی ہمارے نور سے ہے۔ پیغمبر (ص) نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں ہے؟ حضرت علی (ع) یہ بات سن کر سجدہ شکر میں گر گئے اور اللہ تعالی کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد جناب فاطمہ (ع) کے پاس لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا یا علی (ع) گویا میرے بابا کے پاس گئے تھے اور آپ (ص) نے یہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا ہاں اے دختر پیغمبر (ص)۔ فاطمہ (س) نے فرمایا، اے ابوالحسن (ع) خداوند عالم نے میرے نور کو پیدا کیا اور وہ اللہ تعالی کی تسبیح کرتا تھا اس وقت اللہ تعالی نے اس نور کو بہشت کے ایک درخت میں ودیعت رکھ دیا میرے والد بہشت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالی نے آپ کو حکم یا کہ اس درخت کا میوہ تناول کریں، میرے والد نے اس درخت کے میوے تناول فرمائے اسی ذریعہ سے میرا نور آپ (ص) کے صلب میں منتقل ہوگیا اور میرے بابا کے صلب سے میری ماں کے رحم میں وارد ہوا۔ یا علی (ع) میں اسی نور سے ہوں اور گزشتہ اور آئندہ کے حالات اور واقعات کو اس نور کے ذریعہ پالیتی ہوں۔ یا ابالحسن، مومن نور کے واسطے سے خدا کو دیکھتا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت فاطمہ (س) کی خدمت میں شرفیاب

ہوئی اور عرض کی کہ میری ماں عاجز ہے اسے نماز کے بارے میں بعض مشکل مسائل درپیش ہیں مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ میں آپ سے سوال کروں، اس نے مسئلہ پیش کیا اور جناب فاطمہ (س) نے اس کا جواب دیا اس عورت نے دوسری دفعہ دوسرا مسئلہ پوچھا جناب فاطمہ (س) نے اس کا بھی جواب دیا، اس عورت نے تیسری دفعہ پھر تیسرا مسئلہ پوچھا اور اسی طرح آپ سے دس مسئلے پوچھے اور حضرت زہرا (س) نے سب کے جواب دیئے اس کے بعد وہ عورت زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے شرمسار ہوئی اور عرض کی، دختر رسول (ص) اب اور میں مزاحم نہیں ہوتی آپ تھک گئی ہیں، جناب فاطمہ (س) نے فرمایا شرم نہ کر جو بھی سوال ہو پوچھو تا کہ میں اس کا جواب دوں۔ میں تیرے سوالوں سے نہیں تھکتی بلکہ کمال محبت سے جواب دوں گی اگر کسی کو زیادہ بوجھ چھت تک اٹھا کر لے جانے کے لئے اجرت پر لیا جائے اور وہ اس کے عوض ایک لاکھ دینار اجرت لے تو کیا وہ بارے کے اٹھانے سے تھکے گا؟ اس عورت نے جواب دیا نہیں، کیوں کہ اس نے اس بار کے اٹھانے کی زیادہ مزدوری وصول کی ہے حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا کہ خدا ہر ایک مسئلے کے جواب میں اتنا ثواب عنایت فرماتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے کہ زمین اور آسمان کو مروارید سے پر کر دیا جائے تو کیا اس کے باوجود میں مسئلے کے جواب دینے میں تھکوں گی۔

میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ فرمارہے تھے کہ میرے شیعوں کے علماء قیامت میں محشور ہوں گے اور خدا ان کے علم کی مقدار اور لوگوں کو ہدایت اور ارشاد کرنے میں کوشش اور جدو جہد کے مطابق خلعت اور ثواب عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو دس لاکھ حلے نور کے عطا فرمائے گا اور اس کے بعد حق کا منادی ندا دے گا، اے وہ لوگو کو جنہوں نے آل محمد (ص) کے یتیموں کی کفالت کی ہے، اور اس زمانے میں کہ ان کے امام کا سلسلہ ان سے منقطع ہو چکا تھا یہ لوگ تمہارے شاگرد تھے اور وہ یتیم ہیں کہ جو تمہاری کفالت کے ماتحت اپنی دینداری پر باقی رہے ہیں اور ارشاد اور ہدایت کرتے رہے ہیں، جتنی مقدار انہوں نے تمہارے علوم سے استفادہ کیا ہے ان کو بھی خلعت دو اس وقت میری امت کے علماء اپنے پیروکاروں و خلعت عطا فرمائیں گے، پھر وہ پیروکار اور شاگرد اپنے شاگروں کو خلعت دیں گے، جب لوگوں میں خلعت تقسیم ہو چکے گی تو اللہ کی طرف سے

دستور دیا جائے گا جو خلعت علماء نے تقسیم کی ہیں ان کو مکمل کیا جائے یہاں تک کہ سابقہ تعداد کے برابر ہو جائے، پھر دستور ملے گا کہ اسے دو برابر کر دو اور اس طرح ان کے پیروکاروں کو بھی اسی طرح دو اس وقت جناب فاطمہ (س) نے فرمایا: اے کنیز خدا! اس خلعت کا ایک دھاگا ہزار درجہ اس چیز سے بہتر ہوگا جس پر سورج چمکتا ہے اس لئے کہ دنیاوی امور مصیبت اور کدورت سے آلودہ ہوتے ہیں لیکن اخروی نعمات میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہوتا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو عورتیں کہ ان میں سے ایک مومن اور دوسری معاند اور دشمن تھی، ایک دینی مطلب میں آپس میں اختلاف رکھتی تھیں اس اختلاف کے حل کرنے کے لئے جناب فاطمہ (س) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے مطلب کو بتلایا۔

چونکہ حق مومن عورت کے ساتھ تھا تو حضرت فاطمہ (س) نے اپنی گفتگو اور دلائل اور برہان سے اس کی تائید کی اور اس ذریعے سے اس پر فتح مند کر دیا اور وہ مومن عورت اس کامیابی سے خوشحال ہوگئی۔ جناب فاطمہ (س) نے اس مومن عورت سے فرمایا کہ اللہ تعالی کے فرشتے تجھ سے زیادہ خوشحال ہوئے ہیں اور شیطان اور اس کے پیروکاروں پر غم و اندوہ اس سے زیادہ ہوا ہے جو اس معاند ور دشمن عورت پروارد ہوا ہے۔

اس وقت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اس وجہ سے خدا نے فرشتوں سے فرمایا ہے کہ اس خدمت کے عوض جو فاطمہ (س) نے اس مومن عورت کے لئے انجام دی ہے، بہشت اور بہشتی نعمتوں کو اس سے جو پہلے سے مقرر تھیں کئی ہزار گناہ مقرر کر دیا جائے اور یہی روش اور سنت اس عالم کے بارے میں بھی جاری کی جاتی ہے جو اپنے علم سے کسی مومن کو کسی معاند پر فتح دلاتا ہے اور اس کے ثواب کو اللہ تعالی کئی کئی ہزار برابر مقرر کر دیتا ہے۔

فاطمہ (س) کا ایمان اور عبادت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب فاطمہ (س) کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالی کا ایمان فاطمہ

(س) کے دل کی گہرائیوں اور روح کے اندر اتنا نفوذ کر چکا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے اپنے آپ کو ہر ایک چیز سے مستغنی کر لیتی ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری والدہ شب جمعہ صبح تک اللہ تعالی کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور متواتر رکوع اور سجود بجالاتی تھیں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی میں نے سنا کہ آپ مومنین کے لئے نام بنام دعا کر رہی ہیں لیکن وہ اپنے لئے دعا نہیں کرتی تھیں میں نے عرض کی اماں جان: کیوں اپنے لئے دعا نہیں کرتیں؟ آپ (ع) نے فرمایا پہلے ہمسائے اور پھر خود امام حسن علیہ السلام فرماتے تھے کہ جناب فاطمہ زہرا (س) تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والی تھیں اللہ تعالی کی عبادت میں اتنا کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں ورم کر جاتے۔

پیغمبر اکرم (ص) فرماتے تھے کہ میری بیٹی فاطمہ عالم کی عورتوں سے بہترین عورت ہیں، میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، میری آنکھوں کا نور، دل کا میوہ اور میری روح ہیں، انسان کی شکل میں حور ہیں، جب عبادت کے لئے محراب میں کھڑی ہوتیں تو آپ کا نور فرشتوں میں چمکتا تھا، خداوند عالم نے ملائکہ کو خطاب کیا کہ میری کنیز کو دیکھو میرے مقابل نماز کے لئے کھڑی ہے اور اس کے اعضاء میرے خوف سے لرز رہے ہیں اور میری عبادت میں غرق ہے، ملائکہ گواہ رہو میں نے فاطمہ (س) کے پیروکاروں کو دوزخ کی آگ سے مامون قرار دے دیا ہے۔

البتہ جو شخص قرآن کے نزول کے مرکز میں پیدا ہوا اور روحی کے دامن میں رشد پایا اور غور کیا ہو اور دن رات اس کے کان قرآن کی آواز سے آشنا ہوں اور محمد (ع) جیسے باپ کی تربیت میں رہا ہو کہ آنجناب اس قدر اللہ تعالی کی عبادت کرتے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر جاتے تھے اور علیؑ جیسے شوہر کے گھر رہی ہو تو اسے اہل زمان کے افراد سے عابدترین انسان ہی ہونا چاہیئے اسے عبادت میں اتنا بلند مقام رکھنا چاہیئے اور ایمان اس کی روح کی گہرائیوں میں سما جانا چاہیئے۔

پیغمبر (ص) کی فاطمہ (س) سے محبت اور ان کا احترام:

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب فاطمہ (س) بات کرنے میں تمام لوگوں کی نسبت پیغمبر (ص) سے

زیادہ شباہت رکھتی تھی، جب آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم آپ کا ہاتھ پکڑتے اور اسے بوسہ دیتے اور جناب فاطمہ (س) کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب رسول خدا (ص) جناب فاطمہ (س) کے پاس جاتے تو آپ والد کے احترام کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھ چومتیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلاتیں ایک دن جناب عائشہ نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ (س) کو بوسہ دے رہے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ (ص) آپ فاطمہ (س) کو اتنا کیوں چومتے ہیں؟ فرمایا: فاطمہ (س) انسان کی شکل وصورت میں حور ہیں، جب بھی میں بہشت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اسے بوسہ دیتا ہوں۔

علی بن ابیطالب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ (ص) مجھے زیادہ دوست رکھتے ہیں یا فاطمہ (س) کو؟ تو آپ نے فرمایا تم عزیز ترین ہو اور فاطمہ محبوب تر۔

جناب فاطمہ (س) فرماتی ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

لا تجعلوا دعا الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

یعنی پیغمبر کو ادوسروں کی طرح آواز نہ دیا کرو (نہ پکارا کرو)۔تو میں اس کے بعد ابا جان کے لفظ سے آپ کو خطاب نہ کرتی تھی اور یا رسول اللہ (ص) کہا کرتی تھی، کئی دفعہ میں نے آپ کو اسی سے آواز دی تو آپ نے میرا جواب نہ دیا اور اس کے بعد فرمایا بیٹی فاطمہ (س) یہ آیت تمہارے اور تمہاری اولاد کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، یہ آیت قریش کے متکبر افراد کے لئے نازل ہوئی ہے، تم مجھے ابّا کہہ کر پکارا کرو کیونکہ یہ لفظ میرے دل کو زندہ کرتا ہے اور پروردگار عالم کو خشنود کرتا ہے۔

جناب عائشہ سے سوال کیا گیا کہ پیغمبر (ص) کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ تو آپ نے کہا کہ فاطمہ (س)، اس کے بعد پوچھا گیا کہ مردوں میں سے زیادہ محبوب کون تھا تو آپ نے کہا فاطمہ (س) کے شوہر علی (ع) جب تک پیغمبر (ص) فاطمہ (ع) کو چوم نہ لیتے سویا نہیں کرتے تھے۔

پیغمبر (ص) جب سفر کو جاتے تھے تو آخری آدمی جسے وداع فرماتے تھے فاطمہ (س) ہوتیں اور

جب سفر سے واپس لوٹتے تو پہلا شخص جس کی ملاقات کو جلدی جاتے فاطمہ (س) ہوتیں۔
پیغمبر (ص) فرماتے تھے کہ فاطمہ (س) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے خوشنود کرے گا اس نے مجھے خوشنود کیا، اور جو شخص اسے اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی سب سے عزیز ترین میرے نزدیک فاطمہ (س) ہے۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خدا (ص) حد سے زیادہ اور معمول اور متعارف سے بڑھ کر جناب فاطمہ (س) سے محبت کا اظہار اس حد تک کیا کرتے تھے کہ بسا اوقات اعتراض کیا جاتا تھا البتہ ہر باپ کو طبعی طور پر اولاد سے محبت ہوتی ہے لیکن جب محبت اور تعلق معمول سے تجاوز کر جائے تو اس کی کوئی خاص وجہ اور علت" جو فطری محبت کے علاوہ ہونی چاہیئے، ممکن ہے حد سے زیادہ محبت کا اظہار جہالت اور کوتاہ فکری کی وجہ سے ہو لیکن اس علت کی پیغمبر (ص) کی ذات کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اللہ تعالی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے: انک لعلی خلق عظیم ۔" یعنی خلق عظیم کے مالک ہو۔
پیغمبر (ص) کے تمام کا وحی الہی کے ماتحت ہوا کرتے تھے اللہ تعالی فرماتا ہے:

وماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

بس خدا کے رسول کا ان تمام غیر عادی محبت کے اظہار میں کوئی اور منشا اور غرض ہونی چاہیئے۔
جناب رسول خدا (ص) نے اپنی بیٹی فاطمہ (س) کے مقام و مرتبت کو خود مشخص کیا تھا اور آپ ان کے رتبے کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ جی ہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ فاطمہ (س) ولایت اور امامت کی تولید کا مرکز اور دین کے پیشواؤں کی ماں ہیں، اسلام کی نمونہ اور مثال اور ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی آپ کے بلند مقام کو درک نہیں کرسکتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ فاطمہ (س) کا نور آسمان کے فرشتوں کو روشنی دینے والی ہے، بہشت کی خوشبو کو فاطمہ (س) سے استشمام کرتے تھے یہی علت تھی کہ آپ حد سے زیادہ فاطمہ (س) سے اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

عورت جناب زہراء (س) کی نظر میں:

علی ابن ابی طالب (ع) فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عورت کی مصلحت کس میں ہے؟ آپ کو کوئی صحیح جواب نہ دے سکا، جب اصحاب چلے گئے اور میں بھی گھر گیا تو میں نے پیغمبر (ص) کے سوال کو جناب فاطمہ (س) کے سامنے پیش کیا۔ جناب فاطمہ (س) نے فرمایا کہ میں اس کا جواب جانتی ہوں، عورت کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور اسے اجنبی مرد نہ دیکھے۔ میں جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی کہ آپ کے سوال کے جواب میں جناب فاطمہ (س) نے یہ فرمایا ہے۔ پیغمبر (ص) نے آپ کے اس جواب سے تعجب کیا اور فرمایا کہ فاطمہ (س) میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین مقدس اسلام نے عورتوں کی ترقی اور پیشرفت کے لئے بلند قدم اٹھائے ہیں اور ان کے حقوق کو پورا کرنے کے لئے ان کے لئے عادلانہ قوانین اور احکام وضع کئے ہیں، اسلام نے عورت کو علم حاصل کرنے کی آزادی دے رکھی ہے اس کے مال اور کام کو محترم قرار دیا ہے، اجتماعی قوانین وضع کرتے وقت عورتوں کے واقعی منافع اور مصالح کی پوری طرح مراعات کی ہے۔

لیکن یہ بات قابل بحث ہے کہ آیا عورت کی مصلحت اجتماع اور معاشرے میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہنے میں ہے یا عورت کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح عمومی مجالس اور محافل میں بیگانوں کے ساتھ گھل مل کر پھرتی رہے؟ کیا یہ مطلب واقعاً عورتوں کے فائدے میں ہے کہ وہ زینت کر کے بغیر کسی بند و بار کے مردوں کی مجالس میں شریک ہو اور اپنے آپ کو انظار عمومی میں قرار دے؟ کیا یہ عورتوں کے لئے مصلحت ہے کہ وہ بیگانوں کے لئے آنکھ مچولی کرنے کا موقع فراہم کرنے اور مردوں کے لئے امکانات فراہم کرے کہ وہ اس سے دیدنی لذت اور مفت کی لذت حاصل کرتے رہیں؟ کیا یہ عورتوں کی منفعت میں ہے کہ کسی پابندی کو اپنے لئے جائز قرار نہ

دیں اور پوری طرح اجنبی مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہیں اور آزادانہ طور سے ایک دوسرے کو دیکھیں؟ کیا عورتوں کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ گھر سے اس طرح نکلے کہ اس کا تعاقب اجنبی لوگوں کی نگاہیں کر رہی ہوں۔

یا نہ بلکہ عورتوں کی مصلحت معاشرے میں اس میں ہے کہ اپنے آپ کو مستور کر کے سادہ طریقے سے گھر سے باہر آئیں اور اجنبی مردوں کے لئے زینت ظاہر نہ کریں نہ خود بیگانوں کو دیکھیں اور نہ کوئی بیگانہ انہیں دیکھے۔

آیا پہلی کیفیت میں تمام عورتوں کی مصلحت ہے اور وہ ان کے منافع کو بہتر طور پر محفوظ کر سکتی ہے یا دوسری کیفیت میں؟ آیا پہلی کیفیت عورتوں کی روح اور ترقی اور پیشرفت کے بہتر اسباب فراہم کر سکتی ہے یا دوسری کیفیت؟ پیغمبر اسلام (ص) نے اس مہم اور اجتماع اور معاشرے کے اساسی مسئلہ کو اپنے اصحاب کے افکار عمومی کے سامنے پیش کیا اور ان کی اس میں رائے طلب کی لیکن اصحاب میں سے کوئی بھی اس کا پسندیدہ جواب نہ دے سکا، جب اس کی اطلاع حضرت زہراء (س) کو ہوئی تو آپ نے اس مشکل موضوع میں اس طرح اپنا نظریہ بیان کیا کہ عورتوں کی معاشرے میں مصلحت اس میں ہے کہ نہ وہ اجنبی مردوں کو دیکھیں اور نہ اجنبی مرد انہیں دیکھیں۔ وہ زہراء (س) جو وحی اور ولایت کے گھر میں تربیت پا چکی تھی اس کا اتنا ٹھوس اور قیمتی جواب دیا اور اجتماعی موضوع میں سے ایک حساس اور مہم موضوع میں اپنے نظریئے اور عقیدے کا اظہار کیا کہ جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کیا اور فرمایا کہ فاطمہ (س) میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

اگر انسان اپنے ناپختہ احساسات کو دور رکھ کر غیر جانبدارانہ اس مسئلے میں سوچے اور اس کے نتائج اور عواقب پر خوب غور اور فکر کرے تو اس بات کی تصدیق کرے گا کہ جو جواب جناب فاطمہ (س) نے دیا ہے وہ بہترین دستورالعمل ہوسکتا ہے جو عورتوں کے منافع کا ضامن ہو۔ اور اس کے مقام اور رتبے کو معاشرے میں محفوظ کر دے گا کیونکہ اگر عورتیں گھر سے اس طرح نکلیں اور اجنبیوں کے ساتھ اس طرح میل جول رکھیں کہ مرد ان سے ہر قسم کی تمتعات حاصل کر سکیں اور عورتیں ہر جگہ مردوں کے لئے آنکھ مچولی کے اسباب فراہم کریں تو پھر جوان دیر سے شادی کریں گے اور وہ

زندگی اور ازدواج کے زیر بار نہیں ہوں گے، ہر روز لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد میں جو بے شوہر ہوں گی اضافہ ہوتا جائے گا اور یہ علاوہ ازیں کہ معاشرے کے لئے مضر ہے اور ماں، باپ کے لئے مشکلات اور محذورات کا موجب ہے خود عام عورتوں کے اجتماع کے لئے بھی موجب ضرر ہو گا، اور اگر عورتیں اپنی خوبصورتی کو تمام نگاہوں کے لئے عام قرار دے دیں اور اجنبیوں میں دلربائی کرتی رہیں تو ایک بہت بڑے گروہ کا دل اپنے ساتھ لئے پھریں گی اور چونکہ مرد محرومیت سے دوچار ہوں گے اور ان تک دست رسی اور وصال بغیر قید اور شرط کے حاصل نہ کرسکیں گے قہراً ان میں نفسیاتی بیماریاں اور ضعف اعصاب اور خودکشی اور زندگی سے مایوسی عام ہو جائے گی۔

اس کا نتیجہ بلاواسطہ خود عورتوں کی طرف لوٹے گا، یہی عام لطف نگاہ ہے کہ بعض مرد مختلف قسم کے حیلے اور فریب کرتے ہیں اور معصوم اور سادہ لوح لڑکیوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کی عفت و آبرو کے سرمایہ کو برباد کر دیتے ہیں اور انہیں فساد اور بدبختی اور تباہی کی وادی میں ڈھکیل دیتے ہیں۔

جب شوہر دار عورت دیکھے کہ اس کا شوہر دوسری عورتوں کے ساتھ آتا جاتا ہے، اور عمومی مجالس اور محافل میں ان سے ارتباط رکھتا ہے تو غالباً عورت کی غیرت کی حس اسے اکساتی ہے کہ اس میں بدگمانی اور سوظن پیدا ہو جائے اور وہ بات بات پر اعتراض شروع کر دے، بے جہت باصفا اور گرم زندگی کو سرد اور متزلزل بنا کر رکھ دے گی اور نتیجہ، جدائی اور طلاق کی صورت بس ظاہر ہو گا یا اسی ناگوار حالت میں گھر کے سخت قید خانے میں زندگی گزارتے رہے گی اور قید خانے کی مدت کے خاتمہ کا انتظار کرنے میں زندگی کے دن شمار کرتی رہے گی اور میاں، بیوی دو سپاہیوں کی طرح ایک دوسرے کی مراقبت میں لگے رہیں گے۔

اگر مرد اجنبی عورتوں کو آزادانہ دیکھ سکتا ہو تو قہراً ان میں ایسی عورتیں دیکھ لے گا جو اس کی بیوی سے خوبصورت اور جاذب نظر ہوں گی اور بسا اوقات زبان کے زخم اور سرزنش سے اپنی بیوی کے لئے ناراحتی کے اسباب فراہم کرے گا اور مختلف اعتراضات اور بہانوں سے باصفا اور گرم زندگی کو جلانے والی جہنم میں تبدیل کر دے گا

جس مرد کو آزاد فکری سے کسب و کار اور اقتصادی فعالیت میں مشغول ہونا چاہیئے، جب آنے جانے

میں یا کام کی جگہ نیم عریاں اور آرائش ومیک اپ کی ہوئی عورتوں سے ملے گا تو قہراً غریزہ جنسی سے مغلوب ہو جائے گا اور اپنے دل کو کسی دل رباء کے سپرد کر دے گا، ایسا آدمی کبھی آزاد فکری سے کسب وکار میں یا تحصیل علم میں مشغول نہیں ہوسکتا اور اقتصادی فعالیت میں پیچھے رہ جائے گا اس قسم کے ضرر میں خود عورتیں بھی شریک ہوں گی۔اور یہ ضرر ان پر بھی وارد ہوگا۔

اگر عورت پردہ نشین ہو تو وہ اپنی قدر اور قیمت کو بہتر مرد کے دل میں جاگزین کرسکتی ہے اور عورتوں کے عمومی منافع کو معاشرے میں حفظ کرسکتی ہے اور اجتماعی کے نفع کے لئے قدم اٹھا سکتی ہے۔اسلام چونکہ عورت کو اجتماع اور معاشرے کا ایک اہم جزو جانتا ہے اور اس کی رفتار اور سلوک کو معاشرے میں موثر جانتا ہے، لہذا اس سے یہ بڑا وظیفہ طلب کیا گیا ہے کہ وہ پردے کے ذریعے فساد اور انحراف کے عوامل سے جلوگیری کرے اور ملت کی ترقی اور عمومی صحت اور بہداشت کو برقرار رکھنے میں مدد کرے۔اس لئے اسلام کی نمونہ اور مثالی خاتون نے جو وحی کے گھر کی تربیت یافتہ تھی، عورتوں کے معاشرے کے متعلق اس قسم کے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ عورتوں کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ نہ انہیں اجنبی مرد دیکھ سکیں اور نہ وہ اجنبی مردوں کو دیکھ سکیں

حضرت زہراء (س) کے تین مبارزے:

جب حضرت علی (ع) اور فاطمہ (ع) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن اور کفن سے فارغ ہو گئے تو وہ ایک تمام شدہ کام کے روبرو ہوئے انہوں نے دیکھا کہ ابوبکر خلافت کے لئے منصوب کئے جا چکے ہیں اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کی بیعت بھی کرلی ہے۔اس حالت میں حضرت علی علیہ السلام کو ان طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرنا ہے۔

پہلا: یہ کہ حضرت علی (ع) ایک سخت قدم اٹھائیں اور رسماً ابوبکر کی حکومت کے خلاف اقدام کریں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں اور برانگیختہ کریں۔

دوسرا: جب وہ دیکھ چکے کہ کام ختم ہو چکا ہے تو اپنے شخصی مفاد اور مستقبل کی زندگی کے لئے ابوبکر کی

بیعت کرلیں اس صورت میں آپ کے شخصی منافع بھی محفوظ ہو جائیں گے اور حکومت کے نزدیک قابل احترام قرار پائیں گے،لیکن دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ حضرت علی کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ اگر چاہتے کہ کھلم کھلا حکومت سے ٹکرلیں اور میدان مبارزہ میں وارد ہو جائیں تو ان کا یہ اقدام اسلام کے لئے ضرر رسا ہوتا اور اسلام کے وہ دشمن جو کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے موقع سے فائدہ اٹھاتے اور ممکن تھا کہ،،اسلام جو ابھی جوان ہوا ہے،،کلی طور پر ختم کر دیا جاتا اسی لئے حضرت علی (ع) نے اسلام کے اعلی اور ارفع منافع کو ترجیح دی اور سخت کاروائی کرنے سے گریز کیا۔

آپ کے دوسرے طریقے پر عمل کرنے میں بھی مصلحت نہ تھی کیونکہ جانتے تھے کہ اگر ابتداء ہی سے جناب ابوبکر کی بیعت کرلیں تو اس کی وجہ سے لوگوں اور جناب ابوبکر کی کاروائی جو انجام پا چکی تھی اس کا تائید ہو جائے گی اور پیغمبر (ص) کی خلافت اور امامت کا مسئلہ اپنے حقیقی محور سے منحرف ہو جائے اور پیغمبر (ص) اور ان کی اپنی تمام تر زحمات اور رفدا کاریاں بالکل ختم ہو کر رہ جائیں گی۔اس کے علاوہ جو کام بھی ابوبکر اور عمر اپنے دورخلافت میں انجام دیں گے وہ پیغمبر (ص) اور دین کے حساب میں شمار کئے جائیں گے حالانکہ وہ دونوں معصوم نہیں ہیں اور ان سے خلاف شرع اعمال کا صادر ہونا بعید نہیں۔

تیسرا: جب آپ نے پہلے اور دوسرے طریقے میں مصلحت نہ دیکھی تو سوائے ایک معتدل روش کے انتخاب کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔حضرت علی (ع) اور فاطمہ (س) نے ارادہ کیا کہ ایک وسیع اور عاقلانہ مبارزہ اور اقدام کیا جائے تاکہ اسلام کو ختم ہونے اور متغیر ہونے سے نجات دلاسکیں گرچہ اس عاقلانہ اقدام کا نتیجہ مستقبل بعید میں ہی ظاہر ہوگا آپ کے اس اقدام اور مبارزے کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ:

حضرت علی (ع) اور جناب فاطمہ (س) امام حسن (ع) اور امام حسین (ع) کا ہاتھ پکڑتے اور رات کے وقت مدینہ کے بڑے لوگوں کے گھر جاتے اور انہیں اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے۔ پیغمبر اکرم (ص) کے وصایا اور سفارشات کا تذکرہ کرتے۔

جناب فاطمہ (س) فرماتیں، لوگو کیا میرے باپ نے حضرت علی (ع) کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا؟ کیا ان کی فداکاریوں کو فراموش کر گئے ہو؟ اگر میرے والد کے دستورات پر عمل کرو اور علی (ع) کو رہبری کے لئے معین کردو تو تم میرے والد کے ہدف پر عمل کرو گے اور وہ تمہیں اچھی طرح ہدایت کریں گے۔ لوگو مگر میرے باپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں اگر ان سے تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب دوسرے میرے اہلبیت (ع)۔ لوگو کیا یہ مناسب ہے کہ ہمیں تنہا چھوڑ دو اور ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لو حضرت علی (ع) اور فاطمہ (س) مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے تھے کہ شاید وہ اپنے کرتوت پر پشیمان ہو جائیں اور خلافت کو اس کے اصلی مرکز طرف لوٹا دیں۔

اس رویے سے بہت تھوڑا گروہ اس تبلیغ سے متاثر ہوا اور مدد کرنے کا وعدہ کیا، لیکن ان تھوڑے سے آدمیوں نے بھی اپنے وعدہ پر عمل نہیں کیا اور انہوں نے حکومت کی مخالفت کی جرات نہیں کی۔ حضرت علی (ع) اور فاطمہ (ع) بغیر شور و غل اور تظاہر کے ابوبکر سے اپنی مخالفت ظاہر کرتے تھے اور انہوں نے ملّت اسلامی کو ایک حد تک بیدار بھی کیا اور اسی رویے سے مسلمانوں کا ایک گروہ باطنی طور سے ان کا ہم عقیدہ ہو گیا۔ لیکن صرف یہی نتیجہ معتدل اقدام سے برآمد ہوا اور اس سے زیادہ کوئی اور نتیجہ نہ نکل سکا۔

دوسرا مرحلہ:

حضرت علی (ع) نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ جناب ابوبکر کی بیعت نہیں کریں گے تا کہ اس رویہ سے ابوبکر کی انتخابی حکومت سے اپنی مخالفت ظاہر کر سکیں اور عملی طور سے تمام جہاں کو سمجھا دیں کہ علی (ع) ابن ابیطالب اور ان کا خاندان جو پیغمبر اسلام کے نزدیکی ہیں جناب ابوبکر کی خلافت سے ناراض ہیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس خلافت کی بنیاد اسلام کے دستور کے خلاف ہے، حضرت زہراء (س) نے بھی حضرت علی کے اس نظریے کی تائید کی اور ارادہ کر لیا کہ احتمالی خطرات اور حوادث کے ظاہر ہونے میں اپنے شوہر کی حتمی مدد کریں گی اور عملی لحاظ سے جہان کو سمجھائیں گی کہ میں پیغمبر

اسلام (ص) کی دختر جناب ابوبکر کی خلافت کے موافق نہیں ہوں، لہذا حضرت علی (ع) اس غرض کی تکمیل کے لئے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور قرآن مجید کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور یہ ایک قسم کا منفی مبارزہ تھا جو آپ نے شروع کیا تھا۔

چند دن اسی حالت میں گزر گئے، ایک دن جناب عمر نے جناب ابوبکر سے اظہار کیا کہ تم لوگوں نے سوائے علی (ع) اور ان کے رشتہ داروں کے تمہاری بیعت کر لی ہے، لیکن تمہاری حکومت کا استحکام بغیر علی (ع) کی بیعت کے ممکن نہیں ہے، علی (ع) کو حاضر کیا جائے اور انہیں بیعت پر مجبور کیا جائے، حضرات ابوبکر نے جناب عمر کی اس رائے کو پسند کیا اور قنفذ سے کہا کہ علی (ع) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول (ص) کے خلیفہ چاہتے ہیں کہ تم بیعت کے لئے مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔

قنفذ کئی بار حضرت علی (ع) کے پاس آئے اور گئے لیکن حضرت علی (ع) نے جناب ابوبکر کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ جناب عمر خشمناک ہوئے اور خالد بن ولید اور قنفذ اور ایک گروہ کے ساتھ حضرت زہراء (س) کے گھر کی طرف روانہ ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا یا علی (ع) دروازہ کھولو۔

فاطمہ (ع) سر پر پٹی باندھے اور بیماری کی حالت میں دروازے کے پیچھے آئیں اور فرمایا۔ اے عمر ہم سے تمہیں کیا کام ہے؟ تم ہمیں اپنی حالت پر کیوں نہیں رہنے دیتے؟ جناب عمر نے زور سے آواز دی کہ دروازہ کھولو ورنہ گھر میں آگ لگا دوں گا۔

جناب فاطمہ (س) نے فرمایا: اے عمر خدا سے نہیں ڈرتے، میرے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ آپ کی گفتگو سے عمر اپنے ارادے سے منحرف نہ ہوئے، جب جناب عمر نے دیکھا کہ دروازہ نہیں کھولتے تو حکم دیا کہ لکڑیاں لے آؤ تاکہ میں گھر کو آگ لگا دوں۔

دروازہ کھل گیا عمر نے گھر کے اندر داخل ہونا چاہا، حضرت زہراء (س) نے جب دروازہ کھلا دیکھا اور خطرے کو نزدیک پایا تو مردانہ وار عمر کے سامنے آ کر مانع ہوئیں۔

سنی شیعہ تاریخ اور مدارک اس پر متفق ہیں کہ ابوبکر کے سپاہیوں نے حضرت زہراء (ع) کے گھر پر حملہ کر دیا اور عمر نے لکڑیاں طلب کی اور گھر والوں کو گھر جلا دینے کی دھمکی دی بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ

جناب عمر سے کہا گیا کہ اس گھر میں فاطمہ (س) موجود ہیں آپ نے جواب دیا کہ اگر بیعت کے لئے حاضر نہ ہوں گے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا گرچہ اس میں فاطمہ (س) ہی موجود ہوں۔ جیسے کہ یہ مطلب ابو الفداء ابن ابی الحدید ابن قیتبہ نے امامہ والسیاسہ میں، انساب الاشرف یعقوبی اور دوسروں نے گھر پر حملہ کرنے اور جلانے کی دھمکی کو تحریر کیا ہے، خود ابوبکر نے اپنی موت کے وقت حضرت زہراء (ع) کے گھر پر حملے پر ندامت کا اظہار کیا ہے۔

مختصر مبارزہ:

حضرت زہرا (س) کے زمانہ جہاد اور مبارزہ کی مدت گرچہ تھوڑی اور آپ کی حیات کا زمانہ بہت ہی مختصر تھا لیکن آپ کی حیات بعض جہات سے بہت اہم اور قابل توجہ تھی۔

پہلے: جب حضرت زہرا (ع) نے دیکھا کہ حکومت کے حامیوں نے حضرت علی (ع) کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا ہے تو آپ عام عورتوں کی روش سے ہٹ کر جو معمولاً ایسے مواقع میں کنارہ گیر یکر لیتی ہیں گھر کے دروازے کے پیچھے آگئیں اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

دوسرے: جب دروازہ کھول لیا گیا تب بھی جناب فاطمہ (ع) وہاں سے نہ ہٹیں بلکہ اپنے آپ کو میدان کارزار میں برقرار رکھا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئیں اتنی مضبوطی سے کھڑی رہیں کہ تلوار کے نیام سے آپ کے پہلو کو مارا گیا اور تازیانے سے آپ کے بازو سیاہ کردیئے گئے۔

تیسرے: جب علی (ع) گرفتار کرلئے گئے اور چاہتے تھے کہ آپ کو وہاں سے لے جائیں تب بھی آپ میدان میں آگئیں اور علی (ع) کے دامن کو پکڑ لیا اور وہاں سے لے جانے میں مانع ہوئیں اور جب تک آپ کا بازو تازیانے سے سیاہ نہ کردیا گیا آپ نے اپنے ہاتھ سے دامن نہ چھوڑا۔

چوتھے: جناب فاطمہ (س) نے اپنا آخری مورچہ گھر کو بنایا اور گھر میں آکر علی (ع) کو باہر لے جانے سے ممانعت کی، اس مورچہ میں اتنی پائیداری سے کام لیا کہ دروازے اور دیوار کے درمیان آپ کا پہلو ٹوٹ گیا اور بچہ ساقط ہو گیا۔

اس مرحلہ کے بعد آپ نے سوچا کہ چونکہ میرا یہ مبارزہ گھر کے اندر واقع ہوا ہے شاید اس کی خبر باہر نہ

ہوئی ہو لہذا ضروری ہوگیا ہے کہ مجمع عام کو اطلاع ہو لہذا گریہ و بکا اور آہ و زاری شروع کردی اور جب تمام طریقوں سے ناامید ہوگئیں تو مصمم ارادہ کرلیا کہ ان لوگوں پر نفرین اور بددعا کریں، لیکن حضرت علی (ع) کا پیغام پہنچنے پر آپ کے حکم کی اطاعت کی اور واپس گھر لوٹ آئیں۔

حضرت زہرا (س) نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ آخری لحظہ اور قدرت تک علی (ع) کا دفاع کرتی رہوں گی اور یہ سوچا تھا کہ جب میدان مبارزہ میں وارد ہوگئی ہوں تو مجھے اس سے کامیاب اور فتحیاب ہو کر نکلنا ہوگا اور حضرت علی (ع) کو بیعت کے لئے لے جانے میں ممانعت کرنی ہوگی، اس طرح عمل کرکے اپنے شوہر کے نظریئے اور عمل اور رفتار کی تائید کروں گی اور جناب ابوبکر کی خلافت سے اپنی ناراضگی کا اظہار کروں گی اور اگر مجھے مارا پیٹا گیا تب بھی شکستہ پہلو اور سیاہ شدہ بازو اور ساقط شدہ بچے کے باوجود ابوبکر کی خلافت کو بدنام اور رسوا کردوں گی اور اپنے عمل سے جہان کو سمجھاؤں گی کہ حق کی حکومت سے روگردانی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے پیغمبر (ص) کی دختر کا پہلو توڑنے اور رسول خدا (ص) کے فرزند کو ماں کے پیٹ میں شہید کرنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں اور ابھی سے تمام عالم کے مسلمانوں کی بتلا دینا چاہتی ہوں کہ بیدار اور ہوش میں آجاؤ کہ انتخاب حکومت کا ایک زندہ اور واضح فاسد نمونہ ہو رہا ہے۔
البتہ جناب فاطمہ (ع) زہراء (ع) نبوت اور ولایت کے مکتب کی تربیت شدہ تھیں، فداکاری اور شجاعت کا درس ان دو گھروں میں پڑھا تھا اپنے پہلو کے شکستہ ہونے اور مار پیٹ کھانے سے نہ ڈریں اور اپنے ہدف کے دفاع کے معاملے میں کسی بھی طاقت کے استعمال کی پرواہ نہ کی۔

تیسرا مرحلہ فدک:

جب سے جناب ابوبکر نے مسلمانوں کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور تخت خلافت پر بیٹھے اس وقت سے ارادہ کرلیا تھا کہ فدک کو جناب فاطمہ (س) سے واپس لے لوں، فدک ایک علاقہ ہے جو مدینے سے چند فرسخ پر واقع ہے، اس میں کئی ایک باغ اور بستان ہیں اور علاقہ قدیم زمانے میں

بہت زیادہ آباد تھا اور یہودیوں کے ہاتھ میں تھا، جب اس علاقے کے مالکوں نے اسلام کی طاقت اور پیشرفت کو جنگ خیبر میں مشاہدہ کیا تو ایک آدمی کو رسول خدا (ص) کی خدمت میں روانہ کیا اور آپ سے صلح کی پیش کش کی پیغمبر اسلام (ص) نے ان کی صلح کو قبول کرلیا اور بغیر لڑائی کے صلح کا عہدنامہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا اس قرارداد کی رو سے فدک آدھی زمین جناب رسول خدا (ص) کے اختیار میں دے دیگئی اور یہ خالص رسول (ص) کا مال ہوگیا۔

کیونکہ اسلامی قانون کی رو سے جو زمین بغیر جنگ کے حاصل اور فتح ہو وہ خالص رسول خدا (ص) کی ہوا کرتی ہے اور باقی مسلمانوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہوا کرتا۔

فدک کی زمینیں پیغمبر (ص) کی ملکیت اور اختیار میں آگئی تھیں آپ اس کے منافع کو بنیہاشم اور مدینہ کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔" وات ذاالقربیٰ حقہ" ۔اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر (ص) نے اللہ تعالی کے دستور اور حکم کے مطابق فدک جناب فاطمہ (س) کو بخش دیا اس باب میں پیغمبر (ص) سے کافی روایات وارد ہوئی ہیں نمونے کے طور پر چند۔ یہ ہیں۔

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ جب یہ آیہ 'وآت ذاالقربی حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر (ص) نے فاطمہ (س) سے فرمایا کہ فدک تمہارا مال ہے۔

عطیّہ کہتے ہیں کہ جب آیت'" وآت ذاالقربی حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبر (ص) نے جناب فاطمہ (س) کو بلایا اور فدک انہیں بخش دیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا (ص) نے اپنی زندگی میں فدک فاطمہ (س) کو بخش دیا تھا۔

فدک کا علاقہ معمولی اور کم قیمت نہ تھا بلکہ آباد علاقہ تھا اور اس کی کافی آمدنی تھی ہر سال تقریباً چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار اس سے آمدنی ہوا کرتی تھی۔

اس کے ثبوت کے لئے دو چیزوں کو ذکر کیا جاسکتا ہے یعنی فدک کا علاقہ وسیع اور بیش قیمت تھا اسے

دو چیزوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔
پہلی: ابو بکر نے جناب فاطمہ زہراء (س) کے جواب میں، جب آپ نے فدک کا مطالبہ کیا تھا تو فرمایا تھا کہ فدک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال نہ تھا بلکہ یہ عام مسلمانوں کے اموال میں سے ایک مال تھا کہ پیغمبر اسلام (ص) اس کے ذریعے جنگی آدمیوں کو جنگ کے لئے روانہ کرتے تھے اور اس آمدنی کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔

دوسری: جب معاویہ خلیفہ ہوا تو اس نے فدک مروان ابن حکم اور عمر بن عثمان اور اپنے فرزند یزید کے درمیان مستقیم کر دیا۔
ان دونوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ فدک ایک پر قیمت اور زرخیز علاقہ تھا کہ جس کے متعلق ابو بکر نے فرمایا کہ رسول خدا اس کی آمدنی سے لوگوں کو جنگ کے لئے روانہ کرتے تھے، اور خدا کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے۔
اگر فدک معمولی ملکیت ہوتا تو معاویہ اسے اپنے فرزند اور دوسرے آدمیوں کے درمیان تقسیم نہ کرتا۔

حضرت زہراء (س) کا خطبہ فدک:

میں خدا کی اس کی نعمتوں پر ستائش اور حمد بجالاتی ہوں اور اس کی توفیقات پر شکر ادا کرتی ہوں اس کی بے شمار نعمتوں پر اس کی حمد وثنا بجالاتی ہوں وہ نعمتیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں اور نہیں ہو سکتا کہ ان کی تلافی اور تدارک کیا جا سکے ان کی انتہا کا تصور کرنا ممکن نہیں، خدا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو جانیں اور ان کا شکریہ ادا کریں تا کہ اللہ تعالی نعمتوں کو اور زیادہ کرے۔ خدا نے ہم سے حمد وثنا کو طلب کیا ہے تا کہ وہ اپنی نعمتوں کو ہمارے لئے زیادہ کرے۔
میں خدا کی توحید اور یگانگی کی گواہی دیتی ہوں توحید کا وہ کلمہ ہے کہ اخلاص کو اس کی روح اور حقیقت قرار دیا گیا ہے اور دل میں اس کی گواہی دے تا کہ اس سے نظر وفکر روشن ہو، وہ خدا کہ جس کو آنکھ

کے ذریعے دیکھا نہیں جاسکتا اور زبان کے ذریعے اس کی وصف اور توصیف نہیں کی جاسکتی وہ کس طرح کا ہے یہ وہم میں نہیں آسکتا۔ عالم کو عدم سے پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے میں وہ محتاج نہ تھا اپنی مشیئت کے مطابق خلق کیا ہے۔ جہان کے پیدا کرنے میں اسے اپنے کسی فائدے کے حاصل کرنے کا قصد نہ تھا۔ جہان کو پیدا کیا تا کہ اپنی حکمت اور علم کو ثابت کرے اور اپنی اطاعت کی یاد دہانی کرے، اور اپنی قدرت کا اظہار کرے، اور بندوں کو عبادت کے لئے برانگیختہ کرے، اور اپنی دعوت کو وسعت دے، اپنی اطاعت کے لئے جزاء مقرر کی اور نافرمانی کے لئے سزا معین فرمائی۔ تا کہ اپنے بندوں کو عذاب سے نجات دے اور بہشت کی طرف لے جائے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد محمد (ص) اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، پیغمبری کے لئے بھیجنے سے پہلے اللہ نے ان کو چنا اور قبل اس کے کہ اسے پیدا کرے ان کا نام محمدؐ (ص) رکھا اور بعثت سے پہلے ان کا انتخاب اس وقت کیا جب کہ مخلوقات عالم غیب میں پنہاں اور چھپی ہوئی تھیں اور عدم کی سرحد سے ملی ہوئی تھیں، چونکہ اللہ تعالی ہر شئ کے مستقبل سے باخبر ہے اور حوادث دہر سے مطلع ہے اور ان کے مقدرات کے موارد اور مواقع سے آگاہ ہے، خدا نے محمدؐ (ص) کو مبعوث کیا تا کہ اپنے امر کو آخر تک پہنچائے اور اپنے حکم کو جاری کردے، اور اپنے مقصد کو عملی قرار دے۔ لوگ مختلف ادیان میں بٹے ہوئے تھے اور کفر و جہالت کی آگ میں جل رہے تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے اور خداوند عالم کے دستورات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔

پس حضرت محمدؐ (ص) کے وجود مبارک سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور جہالت اور نادانی دلوں سے دور ہوگئی، سرگردانی اور تحیر کے پردے آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے میرے باپ لوگوں کی ہدایت کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کو گمراہی سے نجات دلائی اور نابینا کو بینا کیا اور دین اسلام کی طرف راہنمائی فرمائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دی، اس وقت خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کی مہربانی اور اس کے اختیار اور رغبت سے اس کی روح قبض فرمائی۔ اب میرے باپ اس دنیا کی سختیوں سے آرام میں ہیں اور آخرت کے عالم میں اللہ تعالی کے فرشتوں اور پروردگار کی رضایت کے ساتھ اللہ تعالی کے قرب میں زندگی بسر کر رہے ہیں، امین اور وحی کے لئے چنے ہوئے پیغمبر پر

درود ہو۔

آپ نے اس کے بعد مجمع کو خطاب کیا اور فرمایا:

لوگو تم اللہ تعالی کے امر اور نہی کے نمائندے اور نبوت کے دین اور علوم کے حامل ہو تمہیں اپنے اوپر امین ہونا چاہیئے تم وہ ہو جن کو باقی اقوام تک دین کی تبلیغ کرنی ہے تم میں پیغمبر (ص) کا حقیقی جانشین موجود ہے اللہ تعالی کی طرف سے تمہارے لئے عہد و پیمان اور چمکنے والا نور ہے اس کی چشم بصیرت روشن اور رتبے کے آرزو مند ہے اس کی پیروی کرنا انسان کو بہشت رضوان کی طرف ہدایت کرتا ہے اس کی باتوں کو سننا نجات کا سبب ہوتا ہے اس کے وجود کی برکت سے اللہ تعالی کے نورانی دلائل اور حجت کو دریافت کیا جاسکتا ہے اس کے وسیلے سے واجبات و محرمات اور مستحبات و مباح اور شریعت کے قوانین کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالی نے ایمان کو شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔۔۔اللہ نے نماز واجب کی تا کہ تکبر سے روکا جائے۔ زکات کو وسعت رزق اور تہذیب نفس کے لئے واجب قرار دیا۔ روزے کو بندے کے اخلاص کے اثبات کے لئے واجب کیا۔ حج کو واجب کرنے سے دین کی بنیاد کو استوار کیا، عدالت کو زندگی کے نظم اور دلوں کی نزدیکی کے لئے ضروری قرار دیا، اہلبیت کی اطاعت کو ملت اسلامی کے نظم کے لئے واجب قرار دیا اور امامت کے ذریعے اختلاف و افتراق کا سد باب کیا۔ امر بالمعروف کو عمومی مصلحت کے ماتحت واجب قرار دیا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کو ان کے غضب سے مانع قرار دیا، اجل کے موخر ہونے اور نفوس کی زیادتی کے لئے صلہ رحمی کا دستور دیا۔

قتل نفس کو روکنے کے لئے قصاص کو واجب قرار دیا۔ نذر کے پورا کرنے کو گناہوں کا آمرزش کا سبب بنایا۔ پلیدی سے محفوظ رہنے کی غرض سے شراب خوری پر پابندی لگائی، بہتان اور زنا کی نسبت دینے کی لعنت سے روکا، چوری نہ کرنے کو پاکی اور عفت کا سبب بتایا۔ اللہ تعالی کے ساتھ شرک، کو اخلاص کے ماتحت ممنوع قرار دیا۔

لوگو تقوی اور پرہیزگاری کو اپناؤ اور اسلام کی حفاظت کرو اور اللہ تعالی کے اوامر و نواحی کی اطاعت

کرو، صرف علماء اور دانشمند ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا، لوگو میرے باپ محمد (ص) تھے اب میں تمہیں ابتداء سے آخر تک کے واقعات اور امور سے آگاہ کرتی ہوں تمہیں علم ہونا چاہیئے ہ میں جھوٹ نہیں بولتی اور گناہ کا ارتکاب نہیں کرتی۔

لوگو اللہ تعالی نے تمہارے لئے پیغمبر (ص) جو تم میں سے تھا بھیجا ہے تمہاری تکلیف سے اسے تکلیف ہوتی تھی اور وہ تم سے محبت کرتے تھے اور مومنین کے حق میں مہربان اور دل سوز تھے۔

لوگو وہ پیغمبر میرے باپ تھے نہ تمہاری عورت کے باپ، میرے شوہر کے چچازاد بھائی تھے نہ تمہارے مردوں کے بھائی، کتنی عمدہ محمدّ (ص) سے نسبت ہے۔ جناب محمد (ص) نے اپنی رسالت کو انجام دیا اور مشرکوں کی راہ وروش پر حملہ آور ہوئے اور ان کی پشت پر سخت ضرب وارد کی ان کا گلا پکڑا اور دانائی اور نصیحت سے خدا کی طرف دعوت دی، بتوں کو توڑا اور ان کے سروں کو سرنگوں کیا کفار نے شکست کھائی اور شکست کھا کر بھاگے تاریکیاں دور ہوگئیں اور حق واضح ہوگیا، دین کے رہبر کی زبان گویا ہوئی اور شیاطین خاموش ہو گئے، نفاق کے پیروکار ہلاک ہوئے کفر اور اختلاف کے رشتے ٹوٹ گئے گروہ اہلبیت کی وجہ سے شہادت کا کلمہ جاری کیا، جب کہ تم دوزخ کے کنارے کھڑے تھے اور وہ ظالموں کا تر اور لذیذ لقمہ بن چکے تھے اور آگ کی تلاش کرنے والوں کے لئے مناسب شعلہ تھے۔ تم قبائل کے پاؤں کے نیچے ذلیل تھے گندا پانی پیتے تھے اور حیوانات کے چمڑوں اور درختوں کے پتوں سے غذا کھاتے تھے دوسروں کے درمیان ہمیشہ ذلیل وخوار تھے اور اردگرد کے قبائل سے خوف وہراس میں زندگی بسر کرتے تھے۔

ان تمام بدبختیوں کے بعد خدا نے محمد (ص) کے وجود کی برکت سے تمہیں نجات دی حالانکہ میرے باپ کو عربوں میں سے بہادر اور عرب کے بھیڑیوں اور اہل کتاب کے سرکشوں سے واسطہ تھا لیکن جتنا وہ جنگ کی آگ کو بھڑکاتے تھے خدا اسے خاموش کر دیتا تھا، جب کوئی شیاطین میں سے سر اٹھاتا یا مشرکوں میں سے کوئی بھی کھولتا تو محمد (ص) اپنے بھائی علی (ع) کو ان کے گلے میں اتار دیتے اور حضرت علی (ع) ان کے سر اور مغز کو اپنی طاقت سے پائمال کر دیتے اور جب تک ان

کی روشن کی ہوئی آگ کو اپنی تلوار سے خاموش نہ کر دیتے جنگ کے میدان سے واپس نہ لوٹتے اللہ کی رضا کے لئے ان تمام سختیوں کا تحمل کرتے تھے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اللہ کے رسول کے نزدیک تھے۔علی (ع) خدا دوست تھے، ہمیشہ جہاد کے لئے آمادہ تھے، وہ تبلیغ اور جہاد کرتے تھے اور تم اس حالت میں آرام اور خوشی میں خوش وخرم زندگی گزار رہے تھے اور کسی خبر کے منتظر اور فرصت میں رہتے تھے دشمن کے ساتھ لڑائی لڑنے سے اجتناب کرتے تھے اور جنگ کے وقت فرار کرجاتے تھے۔

جب خدا نے اپنے پیغمبر کو دوسرے پیغمبروں کی جگہ کی طرف منتقل کیا تو تمہارے اندرونی کینے اور دوروئی ظاہر ہوگئی دین کا لباس کہنہ ہوگیا اور گمراہ لوگ باتیں کرنے لگے، پست لوگوں نے سر اٹھایا اور باطل کا اونٹ آواز دینے لگا اور اپنی دم ہلانے لگا اور شیطان نے اپنا سر کمین گاہ سے باہر نکالا اور تمہیں اس نے اپنی طرف دعوت دی اور تم نے بغیر سوچے اس کی دعوت قبول کرلی اور اس کا احترام کیا تمہیں اس نے ابھارا اور تم حرکت میں آگئے اس نے تمہیں غضبناک ہونے کا حکم دیا اور تم غضبناک ہوگئے۔

لوگو وہ اونٹ جو تم میں سے نہیں تھا تم نے اسے باعلامت بنا کر اس جگہ بیٹھا یا جو اس کی جگہ نہیں تھی، حالانکہ ابھی پیغمبر (ص) کی موت کو زیادہ وقت نہیں گزرا ہے ابھی تک ہمارے دل کے زخم بھرے نہیں تھے اور نہ شگاف پر ہوئے تھے، ابھی پیغمبر (ص) کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ تم نے فتنے کے خوف کے بہانے سے خلافت پر قبضہ کرلیا، لیکن خبردار رہو کہ تم فتنے میں داخل ہو چکے ہو اور دوزخ نے کافروں کا احاطہ کر رکھا ہے۔

افسوس تمہیں کیا ہوگیا ہے اور کہاں چلے جا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اور اس کے احکام واضح اور اس کے اوامر ونواہی ظاہر ہیں تم نے قرآن کی مخالفت کی اور اسے پس پشت ڈال دیا، کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قرآن سے اعراض اور روگردانی کرلو؟ یا قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعے سے قضاوت اور فیصلے کرنا چاہتے ہو؟ لیکن تم کو علم ہونا چاہیئے کہ جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں

سے ہوگا، اتنا صبر بھی نہ کر سکے کہ وہ فتنے کی آگ کو خاموش کرے اور اس کی قیادت آسان ہو جائے بلکہ آگ کو تم نے روشن کیا اور شیطان کی دعوت کو قبول کر لیا اور دین کے چراغ اور سنت رسول خدا (ص) کے خاموش کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ کام کو الٹا ظاہر کرتے ہو اور پیغمبر (ص) کے اہلبیتؑ کے ساتھ مکروفریب کرتے ہو، تمہارے کام اس چھری کے زخم اور نیزے کے زخم کی مانند ہیں جو پیٹ کے اندر واقع ہوئے ہوں۔

کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ ہم پیغمبر (ص) سے میراث نہیں لے سکتے، کیا تم جاہلیت کے قوانین کی طرف لوٹنا چاہتے ہو؟ حالانکہ اسلام کے قانون تمام قوانین سے بہتر ہیں، کیا تمہیں علم نہیں کہ میں رسول خدا (ص) کی بیٹی ہوں کیوں نہیں جانتے ہو اور تمہارے سامنے آفتاب کی طرح یہ روشن ہے۔ مسلمانوں کیا یہ درست ہے کہ میں اپنے باپ کی میراث سے محروم ہو جاؤں؟ اے ابوبکر آیا خدا کی کتاب میں تو لکھا ہے کہ تم اپنے باپ سے میراث لو اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں کہتا کہ سلیمان داود کے وارث ہوئے۔

وورث سلیمان داؤد

کیا قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا قول نقل نہیں ہوا کہ خدا سے انہوں نے عرض کی پروردگار مجھے فرزند عنایت فرما تا کہ وہ میرا وارث قرار پائے اور آل یعقوب کا بھی وارث ہو۔

کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ بعض رشتہ دار بعض دوسروں کے وارث ہوتے ہیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ اللہ نے حکم دیا کہ لڑکے، لڑکیوں سے دوگنا ارث لیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ تم پر مقرر کر دیا کہ جب تمہارا کوئی موت کے نزدیک ہو تو وہ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے کیونکہ پرہیزگاروں کے لئے ایسا کرنا عدالت کا مقتضی ہے۔

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں باپ سے نسبت نہیں رکھتی؟ کیا ارث والی آیات تمہارے لئے مخصوص ہیں اور میرے والد ان سے خارج ہیں یا اس دلیل سے مجھے میراث سے محروم کرتے ہو جو دو مذہب کے ایک دوسرے سے میراث نہیں لے سکتے؟ کیا میں اور میرا باپ ایک دین پر نہ تھے؟ آیا تم میرے باپ اور میرے چچا زاد علی (ع) سے قرآن کو بہتر سمجھتے ہو؟

اے ابوبکر فدک اور خلافت تسلیم شدہ تمہیں مبارک ہو،لیکن قیامت کے دن تم سے ملاقات کروں گی کہ جب حکم اور قضاوت کرنا خدا کے ہاتھ میں ہوگا اور محمد (ص) بہترین پیشوا ہیں۔

اے قحافہ کے بیٹھے،میرا تیرے ساتھ وعدہ قیامت کا دن ہے کہ جس دن بیہودہ لوگوں کا نقصان واضح ہو جائے گا اور پھر پشیمان ہونا فائدہ نہ دے گا۔بہت جلد اللہ تعالی کے عذاب کو دیکھ لوگے آپ اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: اے ملت کے مددگار جوانو اور اسلام کی مدد کرنے والو کیوں حق کے ثابت کرنے میں سستی کر رہے ہو اور جو ظلم مجھ پر ہوا ہے اس سے خواب غفلت میں ہو؟ کیا میرے والد نے نہیں فرمایا کہ کسی کا احترام اس کی اولاد میں بھی محفوظ ہوتا ہے یعنی اس کے احترام کی وجہ سے اس کی اولاد کا احترام کیا کرو؟ کتنا جلدی فتنہ برپا کیا ہے تم نے؟ اور کتنی جلدی ہوی اور ہوس میں مبتلا ہو گئے ہو؟ تم اس ظلم کے ہٹانے میں جو مجھ پر ہوا ہے قدرت رکھتے ہو اور میرے مدعا اور خواستہ کے برلانے پر طاقت رکھتے ہو۔کیا کہتے ہو کہ محمد (ص) مر گئے؟ جی ہاں لیکن یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے کہ ہر روز اس کا شگاف بڑھ رہا ہے اور اس کا خلل زیادہ ہو رہا ہے۔آنجناب (ص) کی غیبت سے زمین تاریک ہوگئی ہے سورج اور چاند بے رونق ہو گئے ہیں آپ کی مصیبت پر ستارے تتر بتر ہو گئے ہیں،امیدیں ٹوٹ گئیں،پہاڑ متزلزل اور ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں پیغمبر (ص) کے احترام کی رعایت نہیں کی گئی،قسم خدا کی یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی کہ جس کی مثال ابھی تک دیکھی نہیں گئی اللہ کی کتاب جو صبح اور شام کو پڑھی جارہی ہے آپ کی اس مصیبت کی خبر دیتی ہے کہ پیغمبر (ص) بھی عام لوگوں کی طرح مریں گے،قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ محمد (ص) بھی گزشتہ پیغمبروں کی طرح ہیں،اگر آپ (ص) مرے یا قتل کئے گئے تو تم دین سے پھر جاو گے، جو بھی دین سے خارج ہوگا وہ اللہ پر کوئی نقصان وارد نہیں کرتا خدا شکر ادا کرنے والوں کو جزا عنایت کرتا ہے۔

اے فرزندان قبلہ: آیا یہ مناسب ہے کہ میں باپ کی میراث سے محروم رہوں جب کہ تم یہ دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اور یہاں موجود ہو میری پکار تم تک پہنچ چکی ہے اور تمام واقعہ سے مطلع ہو،تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم طاقت ور اور اسلحہ بدست ہو،میرے استغاثہ کی آواز تم تک پہنچتی ہے لیکن تم

اس پر لبیک نہیں کہتے میری فریاد کو سنتے ہو لیکن میری فریاد رسی نہیں کرتے تم بہادری میں معروف اور نیکی اور خیر سے موصوف ہو، خود خواص ہو اور خواص کی اولاد ہو تم ہم اہلبیت کے لئے منتخب ہوئے ہو، عربوں کے ساتھ تم نے جنگیں کیں سختیوں کو برداشت کیا، قبائل سے لڑے ہو، بہادروں سے پنجہ آزمائی کی ہے جب ہم اٹھ کھڑے ہوتے تھے تم بھی اٹھ کھڑے ہوتے تھے ہم حکم دیتے تھے تم اطاعت کرتے تھے اسلام نے رونق پائی اور غنائم زیادہ ہوئے اور مشرکین تسلیم ہو گئے اور ان کا جھوٹا وقار اور جوش ختم ہو گیا اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا۔

اے انصار متحیر ہو کر کہاں جا رہے ہو؟ حقائق کے معلوم ہو جانے کے بعد انہیں کیوں چھپانے ہو؟ کیوں ایمان لے آنے کے بعد مشرک ہوئے ہو؟ برا حال ہو ان لوگوں کا جنہوں نے اپنے ایمان اور عہد اور پیمان کو توڑ ڈالا ہو اور ارادہ کیا ہو کہ رسول خدا (ص) کو شہر بدر کریں اور ان سے جنگ کا آغاز کریں کیا منافقین سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ تمہیں تو صرف خدا سے ڈرنا چاہیئے تھا۔لوگو میں گویا دیکھ رہی کہ تم پستی کی طرف جا رہے ہو، اس آدمی کو جو حکومت کرنے کا اہل ہے اسے دور ہٹا رہے ہو اور تم گوشہ میں بیٹھ کر عیش اور نوش میں مشغول ہو گئے ہو زندگی اور جہاد کے وسیع میدان سے فرار کر کے راحت طلبی کے چھوٹے محیط میں چلے گئے ہو، جو کچھ تمہارے اندر تھا اسے تم نے ظاہر کر دیا ہے اور جو کچھ پی چکے تھے اسے اگل دیا ہے لیکن آگاہ رہو اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کافر ہو جائیں تو خدا تمہارا محتاج نہیں ہے۔

اے لوگو جو کچھ مجھے کہنا چاہیئے تھا میں نے کہہ دیا ہے حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم میری مدد نہیں کرو گے۔تمہارے منصوبے مجھ سے مخفی نہیں، لیکن کیا کروں دل میں ایک درد تھا کہ جس کو میں نے بہت ناراحتی کے باوجود ظاہر کر دیا ہے تا کہ تم پر حجت تمام ہو جائے۔اب فدک اور خلافت کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھو لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس میں مشکلات اور دشواریاں موجود ہیں اور اس کا ننگ و عار ہمیشہ کے لئے تمہارے دامن پہ باقی رہ جائے گا، اللہ تعالی کا خشم اور غصہ اس پر مزید ہو گا اور اس کی جزا جہنم کی آگ ہو گی اللہ تعالی تمہارے کردار سے آگاہ ہے، بہت جلد ستم کار اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں گے۔لوگو میں تمہارے اس نبی کی بیٹی ہوں کہ جو تمہیں اللہ کے

عذاب سے ڈراتا تھا۔ جو کچھ کر سکتے ہو اسے انجام دو ہم بھی تم سے انتقام لیں گے تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔

شب میں تدفین:

جناب زہراء (س) اپنے ہدف اور مقصد میں اس قدر استقامت رکھتی تھیں کہ اس کے لئے اپنی زندگی کی آخری گھڑی میں بھی مبارزہ کرتی گئیں بلکہ اپنے مبارزہ کا دامن قیامت تک پھیلا گئیں پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا کہ کسی شخص کے لئے کیسے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے مبارزہ اور مقابلے کو موت کے بعد بھی باقی رکھے، لیکن فاطمہ (س) کہ جس نے وحی کے گھر میں تربیت حاصل کی تھی ایک ایسا منصوبہ بتایا تا کہ ان کا مبارزہ اور مقابلہ موت کے وقت تک ختم نہ ہو جائے۔ جناب زہراء (س) نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے شوہر علی (ع) کو بلایا اور وصیت کی اے علی (ع) مجھے رات کو غسل دینا اور رات کو کفن دینا اور مخفی طور پر دفن کرنا۔ میں راضی نہیں ہوں کہ جن لوگوں نے میرا پہلو زخمی کیا ہے جس سے میرا بچہ ساقط ہوا اور میرے مال پر قبضہ کر لیا ہے وہ میرے جنازے کی تشیع کریں۔ میری قبر کو بھی چھپا کر رکھنا۔ حضرت علی (ع) نے بھی جناب زہراء (س) کی وصیت کے مطابق آپ کو رات میں دفن کیا اور آپ کی قبر کو ہموار کر دیا اور چالیس قبریں نئی بنائیں کہ کہیں آپ کی قبر پہچانی نہ جائے۔

حضرت زہراء (س) نے اس منصوبے اور نقشے سے اپنے حریف پر آخری وار کیا اور ایک زندہ اور مضبوط سند اپنی مظلومیت اور حکومت کی زبردستی کے لئے ہمیشہ کے لئے باقی چھوڑ گئیں۔

کیونکہ ہر مسلمان یہ چاہے گا کہ اسے علم ہو کہ پیغمبر اسلام (ص) کی عزیز بیٹی کی قبر کہاں ہے جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کی قبر معلوم نہیں ہے تو پوچھے گا کیوں؟ جواب سنے گا خود جناب زہرا (ع) نے وصیت کی تھی کہ اس کی قبر مخفی رکھی جائے۔ اس وقت اسے قبر کے مخفی ہونے کی علت معلوم ہو جائے گی اور سمجھ لے گا کہ آپ وقت کی خلافت سے ناراض تھیں اور آپ کا جنازہ اس محیط خفیہ آور میں دفن ہوا اس وقت سوچے گا کہ ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی دختر ان فضائل اور کمالات کے باوجود

اپنے باپ کے خلیفہ سے ناراض ہوں اور پھر اس کی خلافت بھی درست اور صحیح ہو؟ یہ چیز ممکن نہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خلافت پیغمبر (ص) اور ان کے خاندان کے نظر یئے کے خلاف واقع ہوئی تھی جو کسی طرح بھی صحیح قرار نہیں دی جا سکتی۔

نتیجہ:

اگر چہ ابو بکر جناب زہراء (ع) کے دلائل اور مبارزات کے سامنے ڈٹے رہے اور حاضر نہ ہوئے کہ فدک جناب فاطمہ (س) کو واپس کر دیں لیکن انہی حضرت زہراء (س) نے انہیں مبارزات کے ذریعے عالم اسلام پر خلافت اور حکومت کی زیادتیوں اور اپنی حقانیت کو ثابت کر دیا۔ یہی فدک خلافت کے لئے ایک بم اور مثل استخوان کے ثابت ہوا جوان کے گلے میں پھنس کر رہ گیا بہت مدت تک وہ حکومت کا نقطہ ضعف اور ایک اہم پروپیگنڈا اس کے خلاف شمار ہوتا رہا کے حل سے عاجز تھے۔ کبھی سادات کی موافقت حاصل کرنے کے لئے فدک ان کو دے دیا جاتا تھا اور کبھی ان سے خشمناک ہوتے تھے تو واپس لے لیا جاتا تھا۔ جب معاویہ کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو اس نے فدک ک ایک تہائی مروان کو اور ایک تہائی عمر بن عثمان کو اور ایک تہائی اپنے بیٹے یزید کو بخش دیا۔ مروان کی خلافت کے زمانے میں پورا فدک اس کے اختیار میں تھا اور اس نے اسے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دیا عبدالعزیز نے اسے اپنے بیٹے عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا اور جب عمر بن عبدالعزیز خلافت پر متمکن ہوا تو فدک کو جناب حسن بن حسن یا علی بن الحسین کو واپس کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے دوران فدک جناب فاطمہ (س) کی اولاد کے ہاتھ میں رہا اور جب یزید بن عاتکہ کو حاکم بنایا گیا تو اس نے فدک جناب فاطمہ (س) کی اولاد سے لے لیا اور پھر بنی مروان کے قبضے میں دے دیا، یہ ان کے پاس رہا یہاں تک کہ خلافت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

جب صفّاح خلافت پر قابض ہوا تو اس نے فدک جناب عبداللہ بن حسن کو دے دیا اور جب ابو جعفر عباسی اولاد حسن پر غضبناک ہوا تو فدک ان سے واپس لے لیا اس کے بعد پھر مہدی عباسی نے فدک فاطمہ (س) کی اولاد کو واپس کر دیا، اس کے بعد موسی بن مہدی اور ہارون نے اسے واپس

لے لیا اور اس کے پاس مامون کے حاکم بننے تک رہا اور اس نے پھر فاطمہ (س) کی اولاد کو واپس کر دیا۔

ایک دن مامون قضاوت کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خط اسے دیا گیا، جب اس نے اسے پڑھا تو رو دیا اس کے بعد کہا کہ فاطمہ (س) کا وکیل کون ہے اور کہاں ہے؟ ایک بوڑھا آدمی اٹھا اور اس کے نزدیک گیا۔ مامون نے فدک کے بارے میں اس سے مباحثہ شروع کر دیا وہ بوڑھا اس پر غالب آیا۔ تو مامون نے حکم دیا کہ فدک کو قبالہ کی صورت میں لکھ کر اسے دے دیا جائے اس کے بعد یہ فاطمہ (س) کی اولاد کے پاس متوکل کے زمانے تک رہا اس نے فدک کو عبداللہ بن عمر بازیار کو دے دیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَابِنْتَ رَسُولِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ نَبِیِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ حَبِیبِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ خَلِیلِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ صَفِیِّ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ اَمِینِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ خَیْرِ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ اَفْضَلِ اَنْبِیاءِ اللهِ وَرُسُلِهِ وَمَلائِکَتِهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا بِنْتَ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا سَیِّدَةَ نِساءِالْعالَمِینَ مِنَ الْاَوَّلِینَ وَالْاٰخِرِینَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا زَوْجَةَ وَلِیِّ اللهِ وَخَیْرِ الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یَا اُمَّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الصِّدِّیقَةُ الشَّهِیدَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْحَوْراءُالْاِنْسِیَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا التَّقِیَّةُ النَّقِیَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُحَدَّثَةُ الرَّضِیَّةُ الْمَرْضِیَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْفاضِلَةُ الزَّکِیَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْعَلِیمَةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمَظْلُومَةُ الْمَغْصُوبَةُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ اَیَّتُهَا الْمُضْطَهَدَةُ الْمَقْهُورَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ یا فاطِمَةُ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکاتُهُ

آپ پر سلام ہو اے رسول (ص) خدا کی دختر آپ پر سلام ہو اے اللہ کے نبی (ص) کی بیٹی آپ پر سلام ہو اے اللہ کے حبیب کی دختر آپ پر سلام ہو اے خدا کے خلیل کی دختر آپ پر سلام ہو اے خدا کے برگزیدہ کی دختر آپ پر سلام ہو اے امین اللہ کی دختر آپ پر سلام ہو اے مخلوق خدا میں سے

بہترین کی دختر آپ پر سلام ہو اے نبیوں رسولوں اور فرشتوں سے برتر ہستی کی دختر آپ پر سلام ہو اے بہترین مخلوق کی دختر آپ پر سلام ہو اے جہان میں اولین و آخرین سبھی عورتوں کی سیدہ و سردار آپ پر سلام ہو اے خدا کے ولی کی زوجہ جو رسول (ص) کے بعد ساری مخلوق میں بہترین ہیں آپ پر سلام ہو اے حسن (ع) وحسین (ع) کی والدہ جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ صدیقہ وشہیدہ ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ خدا سے راضی اور خدا آپ سے راضی ہے آپ پر سلام ہو کہ آپ فضیلت والی اور پاکیزہ ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ نوع انسانی میں حور صفت ہیں آپ پر سلام ہو اے پرہیزگار پاکباز آپ پر سلام ہو اے وحی کی راز داں علم و دانش والی آپ پر سلام ہو اے بی بی جس پر ظلم ہوا جس کا حق چھینا گیا آپ پر سلام ہو اے ستم کشیدہ اور حاکموں کا قہر دیکھنے والی آپ پر سلام ہو اے اللہ کے رسول کی دختر فاطمہ زہرا (س) آپ پر اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔

☆☆☆☆☆

سوالنامہ کوئز مقابلہ

(فاطمہ سلام اللہ علیہا فاطمہ ہے)

۱) کوثر سے کیا مراد ہے؟

(الف) خیر کثیر (ب) حضرت فاطمہ (س)

(ج) دونوں موارد

۲) امام علیؑ اور حضرت زہرا (س) کا عقد کس نے پڑھا؟

(الف) علیؑ (ب) رسول خدا (ص)

(ج) بزرگ صحابی رسول

۳) حضرت علیؑ کا نکاح کس تاریخ کو ہوا؟

(الف) یکم ذوالحجہ دوسری ھجری (ب) یکم ذوالحجہ دوسری یا تیسری ھجری

(ج) یکم ذوالحجہ تیسری ھجری

۴) اسلام نے بیٹی کی خواستگاری کے لئے آنے والے شخص میں کن خصوصیات کو اہمیت دی ہے؟

(الف) مال دار ہونا (ب) خوش اخلاق پاک دامن

(ج) خوبصورت

۵) رسول خدا (ص) نے امت کی بہترین عورتیں کن کو قرار دیا ہے؟

(الف) خوبصورت (ب) کم حق مہر والی اور خوبصورت

(ج) کم حق مہر والی

۶) کونسی چیز جناب زہرا (س) کے جہیز میں نہیں تھی؟

(الف) ایک پشمی پردہ (ب) ایک سونے کا پیالہ

(ج) ایک سیاہ خیبری حلہ

۷) رسول خدا (ص) کے کس رویے کو دیکھ کر یہودی شخص مسلمان ہوگیا؟

(الف) زیادہ عبادت (ب) غریبوں سے شفقت

(ج) بچوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

۸) رسول خدا (ص) کے بقول آپ نے اپنی سیادت و ہیبت کس کو بخشی؟

(الف) امام حسنؑ (ب) امام حسین

(ج) امام علیؑ

۹) حضرت زہرا (س) نے امام حسنؑ کو فرمایا اے حسن تو اپنے باپ کی طرح ہونا تاکہ۔۔۔۔۔؟

(الف) حق کا دفاع کرنا (ب) اللہ کی عبادت کرنا

(ج) جنگیں فتح کرنا

۱۰) رسول خدا (ص) امام حسن و امام حسینؑ کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔تھے؟

(الف) کھیلتے (ب) مذاق کرتے

(ج) بحث کرتے

۱۱) امام باقر (ع) نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے حضرت فاطمہ (س) کو۔۔۔۔۔۔۔کے وسیلہ سے برائیوں سے محفوظ رکھا ہے؟

(الف) رسول خدا (ص) (ب) علم

(ج) فرشتوں

۱۲) "جناب فاطمہ زہرا (س) عبادت میں اتنا کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں ورم کر جاتے" یہ جملہ کس کا ہے؟

(الف) امام علیؑ (ب) امام حسین

(ج) امام حسنؑ

۱۳) جناب زہرا (س) کے فرمان کے مطابق عورت کی مصلحت کس میں ہے؟

(الف) وہ اجنبی مرد کو نہ دیکھے (ب) اسے اجنبی مرد نہ دیکھے (ج) دونوں موارد

۱۴) حضرت علیؑ اور جناب زہرا (س) نے مبارزے کو تین مراحل میں تقسیم کیا پہلا مرحلہ کیا تھا؟

(الف) ابوبکر کی بیعت نہ کرنا

(ب) لوگوں کو گھر جا کر حق بات سے آگاہ کرنا

(ج) فدک کے حصول کے لئے کوشش کرنا

۱۵) فدک ایک علاقہ ہے جو.......... سے چند فرسخ کے فاصلے پر موجود ہے؟

(الف) مکہ (ب) طائف

(ج) مدینہ

۱۶) روایات کے مطابق کس آیت کے نازل ہونے پر فدک رسول خدا (ص) نے حضرت زہرا کو عطا کر دیا؟

(الف) وآت ذاالقربیٰ حقہ (ب) آیۃ تطہیر

(ج) آیۃ مباہلہ

۱۷) معاویہ نے اپنے دورخلافت میں فدک کن افراد کے درمیان تقسیم کر دیا؟

(الف) یزید وعثمان (ب) یزید، عمر بن عثمان ومروان

(ج) یزید ومروان

۱۸) جناب زہرا (س) نے فدک اور زمینی وراثت کے اثبات کے لئے کس قرآنی دلیل سے استفادہ کیا؟

(الف) ورثہ سلیمان داؤد (ب) لڑکے لڑکی کا دوگناہ ورثہ لیں

(ج) دونوں موارد

۱۹) حضرت زہرا (س) کے دفن کے بعد کتنی قبریں بنائیں گئیں؟

(الف) 2 (ب) 10 (ج) 40

۲۰) کس خلیفہ کے دور میں فدک اولاد حضرت زہرا (س) کے پاس رہا؟

(الف) مروان بن حکم (ب) عمر بن عبدالعزیز

(ج) ہارون الرشید

جواب نامہ کوئز مقابلہ

(فاطمہ سلام اللہ علیہا فاطمہ ہے)

نام:..

ولدیت:..

عمر:..تعلیم:..

پیشہ:...پتہ:...

....

فون/موبائل:..ای میل:...

سوال نمبر	الف	ب	ج
1			
2			
3			
4			
5			
6			
7			
8			
9			
10			
11			
12			
13			
14			
15			
16			
17			
18			
19			
20			

شرائط:

۱) سوالات کے جوابات فقط کتابچہ میں موجود متن کے مطابق ہی قابل قبول ہوں گے۔
۲) فقط ایک خانے میں نشان لگائیں، دو خانوں میں نشان لگانے سے جواب غلط شمار کیا جائے گا۔
۳) اس جواب نامہ کی فوٹو کاپی بھی قبول کی جائے گی۔
۴) اس حصہ پر جواب تحریر کرنے کے بعد علیحدہ کرکے بھیجیں۔

نوٹ: جواب نامہ بھیجنے کی آخری تاریخ 15 جنوری 2022ء ہوگی۔

☆ جواب نامہ بذریعہ ڈاک یا مندرجہ ذیل ای میل پر سکین (Scan) کر کے بھیج سکتے ہیں۔
☆ جوابات درج ذیل ایڈریس پر بھیجیں:

ادارہ المہدیؑ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان
المصطفیٰ ہاؤس 5 مسلم ٹاؤن موڑ وحدت روڈ لاہور
ای میل: almahdi.isopak@gmail.com
رابطہ نمبرز: 0346-6368708

کوئز مقابلہ میں پہلی پانچ پوزیشن حاصل کرنے والے افراد کو
نفیس انعامات سے نوازا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

آیات ولایت

۱) يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِن رَبِّكَ وَإِن لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

اے رسول! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا، بے شک اللہ کافروں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ (سورہ مائدہ: ٦٧)

۲) اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

آج کافر لوگ تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں، پس تم ان (کافروں) سے نہیں مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔ (سورہ مائدہ: ۳)

۳) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

تمہارا ولی تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (سورہ مائدہ: ۵۵)

۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو جائے تو اس سلسلے میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بھلائی ہے اور اس کا انجام بھی بہتر ہو گا۔ (سورہ نساء: ۵۹)

۵) یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَکُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔(سورہ توبہ: ۱۱۹)

۶) وَمِنَ النّاسِ مَنْ یَشْرِی نَفْسَهُ ابْتِغاءَ مَرْضاتِ اللهِ وَاللهُ رَؤُفٌ بِالْعِبادِ
ورانسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضاجوئی میں اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔(سورہ بقر: ۲۰۷)

۷) وَیَقُولُ الَّذِینَ کَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلاً قُلْ کَفی بِاللهِ شَهِیداً بَیْنِی وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْکِتابِ
اور کافر کہتے ہیں: کہ آپ رسول نہیں ہےں، کہد یجئے: میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لیے اللہ اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی ہیں۔(سورہ رعد: ۴۳)

۸) إِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیراً
اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت! آپ سے دور رکھے اور آپ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔(سورہ احزاب: ۳۳)

۹) وَیُطْعِمُونَ الطَّعامَ عَلی حُبِّهِ مِسْکِیناً وَیَتِیماً وَأَسِیراً إِنَّما نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللهِ لا نُرِیدُ مِنْکُمْ جَزاءً وَلا شُکُوراً
اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکر گزاری۔

۱۰) فَمَنْ حاجَّكَ فِیهِ مِنْ بَعْدِ ما جائَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعالَوْا نَدْعُ أَبْنائَنا وَأَبْناءَکُمْ وَنِسائَنا وَنِساءَکُمْ وَأَنْفُسَنا وَأَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللهِ عَلَی الْکاذِبِینَ
آپ کے پاس علم آجانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ (عیسیٰ کے بارے میں) آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہدیں: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی خواتین کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ، پھر دونوں فریق اللہ سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔(آل عمران: ۶۱)

رہبر معظم حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام سید علی خامنہ ای (دامت برکاتہ)
نے فرمایا:

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کا مختصر سی عمر میں نوجوانی کے عالم میں اتنے عظیم معنوی مدارج طے کر کے اولیاء و انبیاء اور ان جیسی ہستیوں کی صف میں کھڑا ہو جانا، اولیائے الٰہی سے "سیدہ نساء العالمین" کا لقب پانا اس عظیم معنوی مرتبے کے ساتھ ساتھ نمایاں اور ممتاز خصوصیات و صفات سے مزین ہونا آپ کی زندگی کے عظیم اسباق اور دروس ہیں۔ آپ کا تقویٰ، آپ کی عفت و طہارت، آپ کی مجاہدت، شوہر کی اطاعت، بچوں کی تربیت، سیاسی شعور، اس دور کے انسان کے تمام حیاتی شعبوں میں بھرپور شراکت، بچپن میں بھی، نوجوانی میں بھی اور شادی کے بعد کے ایام میں بھی، یہ سب اہم اسباق اور نمونے ہیں۔ آپ صرف خواتین کے لئے نمونہ عمل نہیں بلکہ تمام بشریت کے لئے نمونہ عمل ہے۔

المہدیؑ ادارۂ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان